MD ASADULLAH\Downloads\19.11.2018 (1).inp 28-11-2018 17:50 PAGE 1 (1,1)

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی
معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ
■ سجدہ سہو کے مسائل (تبصرہ کتب)
■ سیرت رسولؐ اور عصر حاضر کے مسائل
■ اتحاد واتفاق کا اسلامی تصور
■ جمہوریت کے محافظ
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 45 مورخہ ۱۰ر ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۹ر نومبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

ماہ ربیع الاول اور مسلمانوں کا طرز عمل

امام الھند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ

ماہِ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے مسرت کا پیام اس لئے ہے کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمانِ رحمت دنیا میں آیا جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت وحرمانی کا موسم بدل دیا، ظلم وطغیان اور فساد وعصیان کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا، انسانی اُخوت ومساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا، اور کلمہ کفر وضلالت کی جگہ کلمہ حق وعدالت کی بادشاہت کا اعلانِ عام ہوا۔ لیکن دنیا شقاوت وحرمانی کے درد سے پھر دکھیا ہوگئی، انسانی شر وفساد اور ظلم وطغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی۔ سچائی اور راست بازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔ خدا کی وہ زمین جو صرف خدا ہی کے لئے تھی، غیروں کو دے دی گئی اور اس کے کلمہ حق وعدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اس کی سطح خالی ہوگئی: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاس (الروم: ۴۱) "زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا۔"

پھر آہ تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، پر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہوگئے ہو، اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا، اس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چبھن نہیں؟ یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کی خزانِ ضلالت ختم ہوئی، اور کلمہ حق کا موسم ربیع شروع ہوا، پھر اگر آج دنیا کی عدالت سمومِ ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے۔

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ 'پرنور شریعت' کوہِ فاران پر نمودار ہوئی جس کی سعیر چوٹیوں پر صاحبِ تورات کو خبر دی گئی تھی، اور جو مظلومی کے آنسو بہائے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلت ونامرادی سے ٹھکرائے جانے کے لئے دنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی تاکہ اعداءِ حق و عدالت ناکامی کے آنسو بہائیں، دشمنانِ الٰہی مسکینی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں، ضلالت وشقاوت، نامرادی وناکامی کی ذلت سے ٹھکرائی جائے، اور سچائی وراستی کا عرش عظمت واجلال نصرتِ الٰہی کی کامرانیوں اور اقبال وفیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھ تمام کائناتِ ارضی میں اپنی جبروتیت وقدوسیت کا اعلان کرے۔ پس وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی ایک تلوار تھی جس کی ہیبت وقہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمہ حق کی بادشاہت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی: هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ: ۳۳) "وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت کی مقہوریت کے لئے دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کر دے، پس اس کی حقانیت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے۔ اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہی شاق گزرے۔"

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بیقراری نہ تھی، بلکہ دنیا کو بیقرار کرنے والوں نے اس سے بیقراری پائی، وہ درد وکرب کی کروٹ نہ تھی، بلکہ درد وکرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا۔ وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی، ماتم کی آہ نہ تھی، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی، اور حسرت ومایوسی کا آنسو نہ تھا، بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا، جشن ومراد کی بشارت تھی، کامیابی وعیش فرمائی کی بہار تھی، طاقت اور فرمان فرمائی کا اِقبال تھا، امید اور یقین کا خندہ عیش تھا، زندگی اور فیروزمندی کا پیکر وتمثال تھا، فتح مندی کی ہمیشگی تھی اور نصرت وکامرانی دائمی:

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ، نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ "اللہ کے وہ صالح بندے جنہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، پھر ساتھ ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا، سو وہ لوگ ہیں کہ کامرانی وفتح مندی کے لئے خدا نے ان کو چن لیا ہے وہ اپنے ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے جو ہر دم پیام شادمانی وکامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔ دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت وحمایت سے فتح مند وکامیاب ہوگے اور آخرت میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد، اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں، تم جو نعمت چاہو گے تمہیں ملے گی اور جس چیز کو پکارو گے پاؤ گے۔ "لاتهنوا ولا تحزنوا.

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا، اس نے کہا کہ غم اور ناکامی ان کے لئے ہونی چاہئے جن کے پاس کامیابی و نصرت بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، پر جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کرکے صرف خدائے قدوس کے ساتھ وفاداری کی اور اس ذات کو اپنا دوست بنالیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے ہیں، اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں کون ہے جو دشمنی کرسکتا ہے؟

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا، وَإِنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ "اس لئے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس سے انکار کیا"۔ جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمہ حق و عدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، وہ کسی سے نہیں ڈر سکتے، البتہ ان کی ہیبت و قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہئے۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ، وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ "دشمنانِ حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو"

دنیا میں متضاد سے متضاد اَجزا باہم ہوسکتے ہیں۔ آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں شیر اور بکری ہوسکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا پر 'ایمان' اور 'انسان کا خوف' یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، اور اگر ایک بدبخت ایمانِ الٰہی کا دعویٰ کرکے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے، تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھک کر آجاتے ہیں، تاکہ دوڑنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے۔ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ "نہ ہراساں ہو اور نہ غملین ہو، اگر تم سچے مومن ہو تو سب پر غالب آنے والے ہو۔" أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ "یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں، ان کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غملین ہوں گے"

پس اگر ربیع الاول کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی ومسرت کا مہینہ ہے، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی عطا فرمائی اور اس کو اللہ کی خلافت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک ومحترم امانت ٹھہرایا۔

پس ربیع الاوّل انسانی حریت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافتِ الٰہی کی بخشش کا اولین یوم ہے، وراثتِ ارضی کی تقسیم کا اوّلین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمہ حق وعدل زندہ ہوا اور اسی میں کلمہ ظلم وفساد اور کفر وضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

لیکن آہ تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کی خوشیاں مناتے ہو، اور اس کے لئے ایسی تیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمہارے ہی لئے اور تمہاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے، خدارا مجھے بتلاؤ کہ تمہیں اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے؟ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

غلطی

''اسلام صرف عبادات کا نام نہیں، بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے، جو لوگ موجودہ زمانے کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں، وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک ''بدنما داغ'' لگاتے ہیں۔''

(اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ)

بلا تبصرہ

''ہندوستانی سیاست میں سادھوسنت بھی بہت زیادہ حصہ لینے لگے ہیں، ان کا کام تو عوام کی روحانی رہنمائی کرنا ہے نہ کہ کسی سیاسی پارٹی کی حمایت ووکالت کرنا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت اپنی تائید وحمایت کے لئے سادھوسنتوں کا بھی استعمال کررہی ہے، کیا اس کی وجہ یہ ڈر ہے کہ سپریم کورٹ رافیل ڈیل میں ہوئی گڑبڑیوں پر مواخذہ کرسکتا ہے''

(نوبل ڈابرے، انڈین ایکسپریس ۶ر نومبر ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ـــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق:

پھر یہ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم خو ہیں، اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ لئے ہوتے، لہذا آپ انہیں معاف کردیں، ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

مطلب: حضرات صحابہ کرام کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت تھی، آپ کو اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز اور آپ کے ہر حکم پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ رکھتے تھے، ایک صحابی سے ان کے شہید کئے جانے کے وقت معلوم کیا گیا کہ بتاؤ کیا تمہاری جگہ محمد کو شہید کردیا جائے، تم اس پر راضی ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کانٹا بھی چبھے ہم کو یہ بھی گوارہ نہیں، چہ جائیکہ ان کو شہید کردیا جائے، صحابہ کرام کو واقعی ایسی ہی محبت تھی؛ لیکن غزوہ احد ۳/ہجری کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اصحاب کو مورچہ سنبھالنے کے لیے متعین کیا تھا، ان میں سے بعض صحابہ نے سمجھا کہ اب جنگ جیت چکے ہیں، اس مقام کو چھوڑ دیا، جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ پہونچا، غم وفکر سے نڈھال ہوگئے، باوجودیکہ آپ طبعی طور پر عفو ودرگذر سے کام لیا کرتے تھے اور کسی سے کوئی معاملہ سختی کا نہیں کرتے تھے، پھر بھی اللہ کو اپنے حبیب کے ساتھیوں کی دلجوئی کرنے کی خاطر اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی خطاؤں کو درگذر کرنے اور دل سے معاف کردینے کی تلقین کی اور باہمی مشورے سے معاملات کو حل کرنے کی تعلیم دی، اس آیت میں پہلے اللہ جل شانہ نے اپنے پیغمبر کی تعریف وتوصیف، اخلاق فاضلہ اور عظمت شان کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے بارے میں کہا کہ آپ تو نرم خو ہیں، خوش اخلاق وخوش گفتار ہیں، جن کی وجہ سے لوگ آپ کے گرد جمع رہتے ہیں، آپ آپ کے اندر یہ اوصاف نہ ہوتے تو اصلاح کا کام متأثر ہوتا۔ آپ کا یہی وہ کردار ہے، جو درحقیقت اسلام کی نشرواشاعت میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے، اپنے ذاتی معاملہ میں کتنی ہی ناگوار خاطر بات ہوجائے، نہ پیشانی پر شکن آتی اور نہ دل میں کوئی میل آتا، یہ بھی خدا کی ایک بہت بڑی رحمت ہے؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاقی اصولوں کے اعلیٰ معیار کے حامل اور مبلغ ہونے کے طور پر پیش کیا، ﴿**انک لعلی خلق عظیم**﴾ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سیرت کو دنیا کے تمام انسانوں کے لیے اسوہ بنایا۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ داعی کو نرم گفتار اور نرم خو ہونا چاہیے، ورنہ بجائے اس کے کہ لوگوں میں اس کی دعوت کے تئیں الفت ومحبت پیدا ہو، نفرت پیدا ہوجائے گی اور ارشاد وتبلیغ کا کام بے اثر ہوجائے گا، تندخوئی اور سخت کلامی سے دلوں میں کدورت اور بعد ودوری پیدا ہوتی ہے، اس لیے اسلام نے ہر داعی کو عبادت کے ساتھ علم واخلاق کے زیور سے آراستہ رہنے کی تعلیم دی، کیوں کہ ان تینوں عناصر سے مل کر انسان کا وجود مکمل ہوتا ہے، عبادت دل کی غذا ہے، علم ذہن ودماغ کی غذا ہے اور اخلاق دل ودماغ دونوں کی غذا ہے، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میزان عمل میں سب سے زیادہ باوزن اخلاق کو قرار دیا، صحیح مسلم میں ہے: "**البر حسن الخلق والاثم ماحاک فی صدرک وکرھت ان یطلع الناس علیه**" (نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور برائی وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تمہیں ناپسند ہو کہ لوگ اسے جانیں) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرکے دکھایا، اس لیے یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ آج کا انسان جن تشویشناک اور کربناک حالات سے دوچار ہے، ان سے نجات پانے کا واحد راستہ یہی ہے کہ انسانیت کے محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ زندگی کو نمونہ بنالے اور یقین جانے کہ اسی سے اس کی دنیا میں ترقی وخوشحالی آئے گی اور آخرت میں سرخروئی حاصل ہوگی۔ مذکورہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی دلجوئی فرمائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے درگذر بھی کریں، ان کے حق میں دعاء مغفرت بھی کریں اور اہم معاملات میں ان سے مشورہ بھی کریں، معلوم ہوا کہ اہم مسائل ومعاملات میں امام وامیر کو اپنے رفقاء کار سے مشورہ کرتے رہنا چاہیے اور ان کے مشورہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ اس کے دل میں جو بات ڈالیں، اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی پر عمل پیرا ہوجائیں، گویا لوگوں کا اعتماد امیر پر ہو اور امیر کی نظر اللہ پر ہو، خدا ہم سب کو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت:

حضرت صفوان بن قدامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہجرت کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! اپنا دست مبارک دیجئے کہ میں آپ سے بیعت کرلوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک عنایت فرمایا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا: "**المرء مع من احب**" آدمی جس سے محبت کرے گا، اس کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی شریف)

وضاحت: محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے سچی محبت تمام مسلمانوں کا عزیز ترین سرمایہ ہے، ہر صاحب ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر جان ومال، عزت وآبرو سب کچھ قربان کرسکتا ہے، مگر کسی حال میں اس پر آنچ نہیں آنے دے گا، صحابہ کرام سے لے کر اب تک تمام سچے اور پکے صاحب ایمان نے یہ کر دکھایا۔ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ قیامت کب آئے گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نماز، روزہ، صدقات وزکوٰۃ کی کثرت کرکے کوئی بڑی تیاری تو نہیں کی ہے، البتہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسی کے ساتھ رہوگے جس سے تمہیں محبت ہے، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اس بشارت کے بعد ہم کو جو خوشی ہوئی، وہ اسلام کے بعد کسی چیز سے نہ ہوئی۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

وکالت کا پیشہ اور اس کی آمدنی کا شرعی حکم:

دو آدمیوں میں جھگڑا ہوتا ہے، ایک آدمی کسی وکیل کا سہارا لے کر جھوٹے اور غلط قسم کے مقدمات میں دوسرے فریق کو پھنساتا ہے اور طرح طرح سے پریشان کرتا ہے، صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح کا مقدمہ کرنا اور مسلم وکیل کا ایسے مقدمات کی پیروی کرنا اور اس کی آمدنی حاصل کرنا شرعا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) وکیل اور موکل دونوں پر شریعت کی پابندی لازم وضروری ہے، موکل کی ذمہ داری ہے کہ اپنے فریق پر شریعت کے خلاف بلاثبوت وشواہد جھوٹے اور غلط قسم کے مقدمات نہ کرے اور وکیل کی ذمہ داری ہے کہ خلاف شرع امور میں پیروی سے گریز کرے، ورنہ عنداللہ سخت پکڑ ہوگی، اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے، اس سے ہر مسلمان کو ڈرتے رہنا چاہیے۔ اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے: ﴿**ولاتکن للخائنین خصیما**﴾ (**سورۃ النساء: ۱۰۵**)
دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ان اللّٰه لا یحب من کان خوانا اثیما**﴾ (**سورۃ النساء: ۱۰۷**) آپ ان کے طرف دار نہ ہوجائیں، جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو خیانت کرنے والا گنہگار ہو۔

(۲) اگر وکیل حدود شریعت میں رہتے ہوئے سچے مقدمات لیتا ہے تو شرعا یہ وکالت اور اس کی اجرت جائز ودرست ہے اور اگر جھوٹے اور غلط قسم کے مقدمات لیتا ہے تو یہ وکالت ناجائز ہے اور اس کی اجرت بھی جائز نہیں ہے۔
"**لا یجوز أخذ الاجرۃ علی المعاصی کالغناء والنوح والملاھی لان المعصیة لایتصور استحقاقھا بالعقد فلا یجب علیه الاجر وان اعطاہ الاجر او بعضه لا یحل له ویجب علیه ردہ**". (**مجمع الانھر، کتاب الاجارۃ: ۳/۵۳۳، مکتبه غفاریة کوئٹه**) امداد الفتاویٰ میں ہے: حاصل یہ ہے کہ پیشۂ وکالت فی نفسہ جائز ٹھہرا، مگر شرط یہ ہے کہ سچے مقدمات لیتا ہو۔ (امداد الفتاویٰ: ۳/۳۲۰)
فتاویٰ محمودیہ میں ہے: اگر سچے مقدمات لیتا ہو اور کسی خلاف امر کا ارتکاب اس میں نہ کرنا پڑتا ہو تو پیشۂ وکالت جائز ہے۔
دوسری جگہ مذکور ہے: جس وکالت میں معصیت پر اجر لیا جائے؛ یعنی جھوٹے اور ناحق مقدمہ کی پیروی کی جائے اور ظالم کی اعانت کی جائے، ایسی وکالت اور اس کی آمدنی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۴۵۲۔۴۵۳)
آپ کے مسائل اور ان کا حل میں ہے: وکیل اگر جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرکے فیس لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حلال نہیں ہوگی اور اگر کسی مقدمہ کی صحیح پیروی کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی کمائی کو حرام کہا جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸/۲۷۶) (مستفاد فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۵/۲۶۷۔۲۷۷)

دوسرے کے لیے متعینہ قیمت سے کم پر سامان خرید کر باقی رقم اپنے استعمال میں لانا:

زید نے بکر کو ایک سامان خریدنے کے لیے ایک ہزار روپئے دیا، بکر نے دکاندار سے قیمت دریافت کی، اس نے ایک ہزار بتایا، پھر مول جول کے بعد نو سو روپے پر تیار ہوگیا، اب بکر زید کو سامان تو دیتا ہے؛ لیکن حساب ایک ہزار کا ہی دیتا ہے اور باقی ایک سو روپے خود رکھ لیتا ہے، سوال یہ ہے کہ بکر کا ایسا کرنا شرعا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بکر سامان خریدنے کے لیے زید کا وکیل ہے اور وکیل کی حیثیت امین کی ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ جتنے میں سامان خریدا ہے، اس سے فاضل رقم زید کے حوالہ کرے؛ کیوں کہ موکل کی اجازت ورضامندی کے بغیر فاضل رقم اپنے لیے رکھ لینا شرعا درست نہیں ہے۔ "**المال الذی قبضه الوکیل بالبیع والشراء وایفاء الدین واستیفائه والمال الذی قبضه الوکیل بقبض العین بحسب وکالته ھو فی حکم الودیعة بیدالوکیل**". (شرح المجلة لسلیم رستم باز: ۷۸۴، رقم المادۃ: ۱۴۶۳)
"**ولیس للمودع حق التصرف والاسترباح فی الودیعة**". (المبسوط للسرخسی، کتاب الودیعة: ۱۱/۱۲۲) "**ولا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنه ولا ولایته**". (الدرالمختار مع رد المحتار: ۹/۲۹۱، زکریا دیوبند)(مستفاد کتاب النوازل: ۱۲/۳۴)

چمڑے کے موزے (خف) پر مسح:۔

خف (چرمی موزہ) پر مسح کب کیا جائے گا، طریقہ کیا ہے اور مسح کی مدت کتنی ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

موزہ پر مسح کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسکو وضو کے بعد حدث لاحق ہونے (نقض وضو) سے پہلے پہنا گیا ہو، وہ موزہ جسے وضو سے پہلے پہنا گیا ہو، اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ **و یجوز من کل حدث موجب للوضوء اذا لبسھما علی طھارۃ کاملة ثم احدث (الھدایة باب المسح علی الخفین)**
مسح کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کیا جائے، یعنی مسنون طریقہ پر ہاتھ وچہرہ دھولیا جائے اور سر کا مسح کرلیا جائے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کرلیا جائے، اس کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کرکے دونوں پاؤں کے موزوں پر رکھا جائے، داہنے ہاتھ کو داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کو بائیں پاؤں پر اور ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کو مسح کیا جائے، مسح کی ابتداء پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے کی جائے اور ہاتھ کی انگلیوں کو ٹخنوں تک اس طرح کھینچا جائے کہ موزے پر پانی کے خطوط کھنچ جائیں۔ (شامی ۱/۴۴۸) مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات ہے۔ اور یہ مدت نواقض وضو پیش آنے کے بعد سے شروع ہوتی ہے نہ کہ مسح کے وقت اور نہ ہی موزہ پہننے کے وقت سے، مثلا ایک مقیم شخص نے ظہر کے وقت وضو کرکے موزہ پہنا اور اس کا وضو مغرب کے وقت ٹوٹ گیا تو وہ شخص اگلے مغرب تک (جس وقت وضو ٹوٹ گیا تھا) اس پر مسح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

s\MD ASADULLAH\Downloads\19.11.2018 (1).inp 28-11-2018 17:50 PAGE 3 (1,1)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 45 مورخہ ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۹؍نومبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

رحمۃ للعالمین

ربیع الاول کا مہینہ اس عظیم رسول ونبی کی ولادت باسعادت کے حوالہ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے جس سے بہتر انسان اس روئے زمین پر نہیں آیا، ہمارا ایمان تمام انبیاء ورسل پر ہے اور ہم سب کی عظمت وفضیلت کے قائل ہیں، یہ ہمارے ایمان مفصل اور ایمان مجمل کا حصہ ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور ہمارے آقا ومولیٰ فخر موجودات، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا سردار اور سید المرسلین والاولین والآخرین بنایا، آپ کے اوپر سلسلۂ نبوت کا خاتمہ فرمایا، معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت کرائی؛ تاکہ سب انبیاء پر آپ کی فضیلت پورے طور پر کھل کر سامنے آجائے ،ایسی فضیلت کہ انبیاء بھی اس امت میں آنے کی تمنا کرنے لگیں ،آپ کو یہ فضیلت بھی عطا ہوئی کہ سارے جہاں کا رسول بنا کر آپ کو بھیجا گیا ،قرآن کریم جیسی رحمت وہدایت والی کتاب آپ کو دی گئی، آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء ورسل آئے سب مخصوص علاقے مخصوص زمانے اور بعض مخصوص قبائل کے لئے تھے، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو اعلان کرنے کے لئے فرمایا: کہہ دیجئے اے لوگو! میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ،آپ کی شان میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ آپ سارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ،سارے جہاں میں انسان وجن ہی نہیں شجر وحجر، نباتات وجمادات، حیوانات اور تمام بری وبحری مخلوقات بھی شامل ہیں ،اس کا مطلب یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم سب کیلئے رحمت ہیں، اور آپ کی رحمت سب کو محیط ہے۔

رحمت کی اس عمومیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر طرف ظلم وجور کا بازار گرم تھا، انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا، قبیلے آپس میں دست وگریباں تھے، عربی عجمی اور کالے گورے کے نام پر خود ساختہ برتری کے پیمانے وضع کر لئے گئے تھے، اس کی وجہ سے انسانوں میں طبقاتی جنگ نے عروج پکڑ لیا تھا، حق وہ سمجھا جاتا تھا جو اس قبیلے کے کسی فرد کے ذریعہ صادر ہوا ہو، خواہ وہ ظلم وستم کے زمرے میں کیوں نہ آتا ہو، برائیاں عام تھیں اور اخلاق حسنہ کا وجود کم تر ہو گیا تھا، عورتوں کے اوپر ہر طرح کا ظلم کیا جاتا تھا، بلکہ بہت سارے قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، ہنستی کھیلتی زندگی کو زندہ مٹی میں دفن کر دینا انسانی شقاوت وبدبختی کی انتہا تھی ،لڑائیاں ہوتیں تو انسانوں کے ساتھ پورے علاقہ کو تاراج کر دیا جاتا، شریف انسان غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دئے جاتے ،اور بالکل وہ منظر ہوتا جس کا نقشہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے کھینچا ہے کہ جب شاہان وقت کسی آبادی پر غلبہ حاصل کرتے ہیں تو آبادی میں فساد وبگاڑ پیدا کرتے ہیں اور وہاں کے شرفاء کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑتے ہیں ان لڑائیوں میں جانور، درخت، کھیت کھلیان اور فصلوں کو بھی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ان حالات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، چالیس سال تک اپنی پاکبازی، سیرت، کردار کی بلندی، امانت ودیانت کی رفعت کا نمونہ اس طرح پیش کیا کہ مخالفین بھی آپ کو صادق اور امین کہا کرتے آپ کی بے داغ جوانی اور اعلی اخلاقی کردار کی شہادت دیتے ، وہ ایمان اور کلمہ کے مسئلہ پر مذبذب رہے، کیونکہ اس کلمہ کے اقرار سے ان کی ریاست اور چودھراہٹ کو خطرہ محسوس ہوتا تھا؛ لیکن کبھی کسی نے ان کے کردار پر انگلیاں نہیں اٹھائیں ، چالیس سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا، مخالفین کے سب وشتم اور نازیبا حرکات کو سنا اور سہا یہ رحمت ہی کی ایک قسم ہے کہ آپ نے قدرت کے باوجود اور بارگاہ الٰہی سے مقبولیت کے یقین کی امید ہوتے ہوئے بھی آپ نے ان کے لئے کبھی بد دعا نہیں کی، حد یہ کہ طائف کی گلیوں میں جب پائے مبارک لہولہان ہوئے ،موزے خون سے بھر گئے ،اوباشوں نے آپ کو پتھر مارا، اس وقت بھی آپ نے ان کے لئے دعائیں کیں ،اے اللہ اس قوم کو ہدایت دے وہ مجھے نہیں جانتی اور اس توقع کا اظہار کیا کہ شاید اس قوم سے کوئی دین رحمت میں داخل ہو جائے ، جنگ کے بعد قیدی مسجد کے ستون سے بندھے ہوئے ہیں، بندش کی سختی کی وجہ سے قیدی کراہ رہا ہے، آپ کی آنکھوں سے نیند غائب ہے، جب تک بندش ڈھیلی نہیں کی گئی آپ کو سکون نہیں ملا، فتح مکہ کے موقع سے سارے دشمن سامنے تھے، عرب روایات کے مطابق انہیں قتل بھی کیا جاسکتا تھا اور غلام بھی بنایا جاسکتا تھا، لیکن رحمت للعالمین نے اپنی شان رحمت کا مظاہرہ کیا اور اعلان کر دیا کہ آج تم لوگوں سے کوئی داروگیر اور مؤاخذہ نہیں، تم سب لوگ آزاد ہو، اتنا ہی نہیں حضرت ابوسفیانؓ جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے ان کے گھر میں داخل ہونے والے کو بھی امان دے دیا، ہندہ جس نے حضرت حمزہ کا مثلہ کروایا تھا ان کے کان ناک کٹوائے تھے، کلیجی گردہ کو کچا چبا کر اپنی قسم پوری کی تھی، آپ کی شان رحمت نے اس کو اپنے جلو میں لے لیا، کیا شان رحمت تھی آپ کی، کوئی دوسرا ہوتا تو چن چن کر بدلہ لیتا کہ یہی زمانے کی روش رہی ہے، آپ نے سب کو معاف کر کے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اسلام دین رحمت ہے، یہاں امن ہے شانتی ہے، سکھ ہے، چین ہے اور دشمنوں کو بھی معاف کرنے کا وہ جذبہ ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

انسانوں میں غلاموں اور باندیوں کی زندگی اجیرن تھی، وہ جسم وجثہ کے اعتبار سے انسان تھے، لیکن ان کی زندگی جانوروں سے بدتر تھی، ان کی اپنی کوئی زندگی نہیں تھی وہ آقا ہی کے لئے جیتے اور مرتے تھے، پوری وفاداری اور خدمت کے باوجود انہیں ظلم وستم کا سامنا تھا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئے، آپ نے مختلف طریقوں سے لوگوں کو غلامی کی زنجیروں سے نکالنے کا کام کیا، کبھی فدیہ کے طور پر لکھانے پڑھانے کا کام لے کر، کبھی قسم، ظہار وغیرہ کے کفارہ میں آزاد کرنے کا حکم دے کر، عمومی حکم یہ دیا کہ غلاموں کا خیال رکھو ، جو خود کھاؤ اسے کھلاؤ، اور اسے ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو، اس سے طاقت سے زیادہ کام نہ لو، آپ نے حضرت زیدؓ کے ساتھ حسن سلوک کر کے دکھلایا، جس کے نتیجہ میں حضرت زیدؓ نے اپنے والدین کے ساتھ جانے کی بنسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رہنا پسند کیا۔

عورتوں پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سایہ فگن ہوئی تو حکم دیا کہ عورتوں سے بہتر سلوک کرو وہ تمہارے ماتحت اور تمہارے حکم کی پابند ہیں، تم دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق ہیں، کسی کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے ،اور حسن سلوک کے ساتھ ان سے پیش آؤ، اگر تم امساک بالمعروف نہ کر سکو تو انہیں اچھے سے چھوڑ دو تاکہ وہ اپنی زندگی اپنے انداز میں جی سکیں یا دوسری شادی کر کے نئے سفر کا آغاز کر سکیں، زمانۂ جاہلیت میں بیوہ عورت منحوس سمجھی جاتی تھی ،آپ نے حضرت عائشہؓ کے علاوہ بیوہ اور مطلقہ عورتوں کو اپنے نکاح میں لے کر امت کو پیغام دیا کہ بیوہ اور مطلقہ عورتیں منحوس نہیں ہیں، شوہر کے مرجانے اور بعض دفعہ نباہ نہ ہونے سے طلاق پڑ جائے تو ان کی دلجوئی، خبرگیری کی جتنی شکلیں ممکن ہیں اختیار کی جائیں اور انہیں بے سہارا نہ چھوڑا جائے۔

آپ نے بچوں پر رحم کرنے کا بھی حکم دیا، ان کی اچھی تعلیم وتربیت پر جنت کی بشارت دی، ان کا نفقہ باپ کے سر رکھا، تاکہ انہیں بال مزدوری سے بچایا جائے ،اور ان کے بچپن کی حفاظت کی جاسکے، ان کے اچھے نام رکھنے کی تلقین کی اور بچوں کو بے سہارا چھوڑنے کو پسند نہیں فرمایا۔ انہیں جینے کا حق دیا اور ان کو روزی میں تنگی کے خوف سے ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

یتیموں کی کفالت کو کار ثواب قرار دیا اور فرمایا کہ میں اور یتیموں کی کفالت کرنے والا ہاتھ کی دو متصل انگلیوں کی طرح قیامت میں ساتھ ہوں گے، خود آپ نے یتامیٰ کی سرپرستی اور عید کے دن ایک روتے بچے کو گلے لگا کر ہمیں سبق دیا کہ ان کی کفالت کی فکر کرو، ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھو، یہ ہاتھ رکھنا قیامت میں تمہیں کام آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت جب جانوروں کی طرف متوجہ ہوئی تو بلا وجہ انہیں ہلاک کرنے سے منع کیا اگر گوشت کھانے کے لئے انہیں ذبح کرنا ہے تو ایسا طریقہ اپناؤ کہ اسے کم از کم تکلیف ہو، اگر جانور نقل وحمل کے لئے رکھے ہو تو اس پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادو، ایک اونٹ کی بلبلاہٹ سن کر آپ سمجھ گئے کہ اس کا مالک اس پر زیادتی کرتا ہے ،اونٹ کے مالک انصاری صحابی کو بلا کر فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ان جانوروں کو تمہارا محکوم بنایا ہے اس لئے ان جانوروں پر رحم کرو، نہ تو انہیں بھوکا رکھو، اور نہ ہی ان کی طاقت سے زیادہ کام لو، ایک بار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے چڑیا کے دو بچوں کو پکڑ لیا، چڑیا چلاّنے لگی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان بچوں کو ان کی جگہ پر رکھ آؤ، یہ رحم دلی کا اثر تھا کہ ایک فاحشہ نے اپنے موزہ میں بھر کر کتے کو پانی پلایا تو اس کی بخشش ہوگئی، اور ایک عورت نے بلی کو باندھ کر رکھا، کھانا پینا نہیں دیا، بالآخر وہ مرگئی تو اس عورت کو اسکی وجہ سے اسے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا، یہ واقعات بتاتے ہیں کہ جانوروں پر آپ کی شفقت و رحمت کس قدر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

درختوں کو بلا ضرورت کاٹنے اور جنگ کے موقع سے انہیں برباد کرنے سے بھی منع کیا گیا، کیونکہ یہ ہمارے لئے ماحول کے تحفظ کا بڑا ذریعہ ہیں، فرمایا گیا کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تمہارے پاس اتنی مہلت ہو کہ تم ایک پودا لگا سکتے ہو تو لگا دو، پھلدار درخت لگانے والوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ اس درخت کے پھل سے انسانوں نے اور پتوں سے جانوروں نے فائدہ اٹھایا تو یہ صدقہ ہے، اور ایسی تمام کوشش جس سے ماحول خراب ہو فضائی آلودگی پیدا ہو ''فساد فی الارض'' کے قبیل سے ہے۔

ماحولیات کے تحفظ اور ہر قسم کے جاندار کے لئے پانی کی اہمیت ظاہر ہے، حکم دیا گیا کہ اسے ناپاک نہ کرو، پینے اور دوسری ضرورتوں کے لئے اسے پاک وصاف رکھو، پانی میں پیشاب نہ کرو، سوکر اٹھو تو بغیر ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ مت ڈالو، پانی پیتے وقت برتن میں سانس مت لو، مشکیزے، گھڑے اور پانی کے برتن کو ڈھانک کر رکھو، یہ ہدایات ہر اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت کا مظہر ہیں، رحمۃ للعالمین ہونے کا سب سے بڑا مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا، جب سارے انبیاء کرام بخشش کے لیے سفارش اور شفاعت سے انکار کر دیں گے، سارے انسان پریشان ہوں گے، ہر آدمی اپنے گناہوں کے بقدر پسینے میں ڈوبا ہوگا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، نہ بیٹا باپ کا ہوگا، نہ بیوی شوہر کی ہوگی، ہر آدمی سراسیمہ اور حواس باختہ ہوگا، ایسے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت کے لیے بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوں گے اور وہ سب کچھ مانگیں گے جو اللہ رب العزت ذہن ودل میں ڈالیں گے اور پھر خوش خبری سنائی جائے گی کہ گناہگاروں کو بخش دیا گیا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس شفاعت سے سوئے جنت روانہ ہو سکے گا، اس طرح آپ کی رحمت سے اللہ کی مخلوق دنیا میں بھی مستفیض ہو رہی ہے اور آخرت میں بھی شفاعت کام آئے گی۔ شاعر نے کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا
اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

: ایڈیٹر کے قلم سے

مولانا مناظر احسن بن حافظ ابوالخیر بن محمد احسن بن میر شجاعت علی بن میر شفاعت کی ولادت ۱۸۹۲ء مطابق ۹؍ربیع الاول ۱۳۱۰ھ میں ان کی نانی ہال موضع استھانواں موجودہ ضلع نالندہ میں ہوئی، ان کے آباء واجداد موضع مانے علاقہ شیخ پورہ ضلع مونگیر کے سادات میں سے تھے، میر شجاعت علی کی دوسری شادی گیلانی میں بی بی حیاتن سے ہوئی تھی، چنانچہ میر شجاعت علی نے یہیں بود وباش اختیار کر لیا تھا، مولانا گیلانی تین بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، دوسرے اور تیسرے نمبر پر مکارم احسن اور مظہر احسن تھے، مولانا کی تین بہنیں ام ہانی، صفیہ اور ہاجرہ تھیں، تعلیم وتربیت کے لئے بچپن ہی سے اپنے چچا مولوی ابونصر صاحب کے زیر سایہ رہے جو خود بھی عالم اور بڑے حکیم تھے، انہوں نے گیلانی میں ہی ایک مدرسہ میں جو برگد کے درخت کے نیچے چلتا تھا اور جس کا ذکر مولانا ابوالحسنات ندوی نے اپنی کتاب ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں میں تفصیل سے کیا ہے، عربی فارسی، منطق، فلسفہ اور حدیث کی تعلیم اسی مدرسہ سے حاصل کیا، خصوصاً منطق وفلسفہ کی تعلیم کے لیے ۱۳۲۴ھ میں ان کے چچا مولوی ابونصر مولانا برکات کے پاس ٹونک چھوڑ آئے، اس وقت مولانا کی عمر صرف تیرہ سال تھی، سات سال تک آپ مولانا برکات کی زیر سرپرستی ٹونک میں تعلیم حاصل کرتے رہے، ۱۹۱۱ء میں جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا تو مولانا بھی اٹلی کے خلاف تحریک میں شامل ہوگیے اور پیدل ٹونک سے اجمیر جا پہونچے، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مزار پر شکوہ خواجہ کے عنوان سے طویل نظم پیش کیا، چوں کہ اس نظم میں انگریزوں کے خلاف بھی اشعار تھے؛ اس لیے اس کی کاپیاں ضبط کر لی گئیں اور گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوگیا، اجمیر سے مولانا حیدرآباد جا کر روپوش ہو گئے، حیدرآباد میں مہاراجہ کشن پرشاد نے انہیں حیدرآباد میں روک لینا چاہا، لیکن مولانا کی علمی پیاس ٹونک میں منطق وفلسفہ کے حصول سے بجھی نہیں تھی، انہیں علم حدیث میں درک ومہارت کی فکر تھی، اس لیے مہاراجہ نے انہیں حیدرآباد چھوڑنے کی اجازت دیدی، مسئلہ چچا سے بھی اجازت کا تھا، دیوبند اور ٹونک کے اکابر میں ذہنی دوری تھی، اس لیے یہ مرحلہ آسان نہیں تھا، اجازت مل گئی تو آپ ۱۳۳۱ھ میں دیوبند تشریف لے گیے اور وہاں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہما کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اپنی خدا داد غیر معمولی صلاحیت کی وجہ سے وہ اپنے اساتذہ کی نظروں میں قابل اعتماد بن گئے، اس لیے دور طالب علمی ہی میں تیس روپے ماہوار پر وہ دارالعلوم دیوبند سے نکلنے والے دونوں رسالے القاسم اور الرشید کے ایڈیٹر مقرر ہو گیے، ابوذر غفاری اور کائنات روحانی ان کی اولین تصنیف ہے، ابوذر غفاری کو دیکھ کر حضرت تھانویؒ نے پیش گوئی کی تھی کہ اس کتاب کا مصنف مستقبل میں محقق ہوگا، ۱۳۳۲ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد مولانا اپنے وطن لوٹ آئے، قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ سے قرب ہوا تو ان کی زیر سرپرستی ایک رسالہ نکالنے کی خواہش ہوئی، لیکن سرمایہ کی کمی کی وجہ سے یہ بیل سرنہیں چڑھ سکی، جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اساتذہ دارالعلوم کے حکم پر پھر دیوبند تشریف لے گیے اور اب کی بار پچاس روپے ماہوار پر دونوں رسالوں کے پھر مدیر بن گیے، اسی درمیان کلکتہ کے ایک اخبار انڈین ڈیلی نیوز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ مضمون شائع ہوا تھا، اس کی وجہ سے ہیجان برپا ہوا، مولانا نے ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے کلکتہ پہونچ گیے اور جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا، ایک بار پھر وارنٹ جاری ہوا، مولانا نے کچھ دن وہاں روپوش رہ کر دیوبند جانے کے لیے پونا اور ممبئی کا راستہ اختیار کیا، اتفاق سے گاڑی جب حیدرآباد سے گذر رہی تھی تو عید کا دن تھا، مولانا حیدرآباد اتر گیے اپنے ایک عزیز محی الدین استھانوی کے گھر قیام فرمایا، ملاقاتیں اہل علم سے ہوتی رہیں، رابطہ مولانا حمید الدین فراہی سے ہوا اور انہوں نے عثمانیہ یونیورسیٹی کے قیام کے بعد دینیات کے استاذ کی حیثیت سے رکھے جانے کی یقین دہانی کرائی، مولانا نے دیوبند کی ملازمت چھوڑا اپنے اساتذہ کے مشورہ سے یہاں کے قیام کو پسند کیا، ۱۹۲۰ء میں عثمانیہ یونیورسٹی میں دینیات کے لکچرر مقرر ہو گیے اور اٹھائیس سال اس یونیورسٹی کی خدمت میں گذار دیا، صدر شعبہ کے عہدے تک ترقی پائی، سبکدوشی ۱۹۵۰ء میں ہونی تھی، لیکن مولانا نے ۱۹۴۷ء میں دل کے دورہ کے بعد رضا کارانہ سبکدوشی کا فیصلہ کر لیا ۱۵؍اپریل ۱۹۴۹ء کو اپنے گاؤں لوٹ آئے اور ۶؍جون ۱۹۵۶ء کو داعی اجل کو لبیک کہا، مولانا سوانح قاسمی کی تیسری جلد مکمل کر کے سوئے تو سوئے رہ گیے، قریب ہی سوئے ان کے چھوٹے بھائی مکارم احسن کو بھی اس کی خبر نہیں ہوئی، مولانا کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت پر یقین تھا کہ بوڑھیا جنت میں نہیں جائے گی، اس یقین نے انتقال کے بعد مولانا کے چہرہ کو ایسا تروتازہ کر دیا تھا کہ پچیس تیس سال کے جوان معلوم ہوتے تھے، دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ سفید بال بھی سیاہ ہو گیے تھے۔ مولانا کی نماز جنازہ ان کی خواہش کے مطابق مولانا فصیح احمد صاحب ساکن موضع استھانواں نے پڑھائی، اور گیلانی ہی میں سپرد خاک ہوئے۔ ''لحد پاک مناظر احسن'' سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

مولانا گیلانی کی شادی گاؤں ہی میں داروغہ سید محمد نظیر کی لڑکی آمنہ خاتون سے ۱۹۱۴ء میں ہوئی تھی، اولاد کئی ہوئیں سب صغرسنی ہی میں داغ مفارقت دے گئیں، صرف ایک صاحب زادے سید محی الدین ام اے کی زندگی نے وفا کی، پہلے بہار میں سب ڈپٹی ہوئے، مولانا کی مرضی کے برخلاف مشرقی پاکستان گئے، حالات ناگفتہ بہ ہوئے تو مغربی پاکستان منتقل ہوگیے اور عارضہ قلب میں ۱۹۷۰ء میں راہی آخرت ہوگیے۔

مولانا گیلانی نے کامیاب زندگی گذاری، وہ بے مثال مصنف اور مایہ ناز مقرر تھے، کم وبیش پچیس کتابیں اور بہت سارے مقالات ان کے قلم کی یادگار ہیں، جن میں النبی الخاتم، ابوذر غفاری، الدین القیم، تدوین قرآن، تدوین حدیث، مقالات احسانی، اسلامی معاشیات، حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت (دو جلد) سوانح قاسمی (۳؍جلد) ۱۲؍سال پہلے، تفسیر سورۃ کہف اور ظہور نور کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ انہیں اسلوب ایجازی اور اطنابی دونوں می مہارت تھی، سوانح قاسمی کی تین جلدیں اور ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت ان کی اطنابی تحریروں کا نمونہ اور النبی الخاتم قوت ایجاز کا مظہر ہے، (بقیہ صفحہ ۱۰؍پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

سجدہ سہو کے مسائل

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

سجدہ سہو کے احکام ومسائل کا جاننا نماز کی صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے، اس لئے فقہاء کرام نے کتاب الصلوٰۃ میں نماز سے متعلق دوسرے مسائل کے ساتھ سجدۂ سہو کے مسائل پر کھل کر بحث کی ہے، اردو فتاوں میں بھی اس مسئلہ سے متعلق مستقل ابواب موجود ہیں، اور مستفتی کے سوالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جزئیات بے پناہ ہیں، اور ان کا احاطہ کرنا آسان نہیں ہے۔

اس لئے فقہاء نے سجدۂ سہو کیلئے بعض اصول ذکر کئے ہیں جس کی روشنی میں پیش آنے والے واقعات کے احکام معلوم کیے جاسکتے ہیں، ان اصولوں میں سے فرض وواجب کی ادائیگی میں تقدیم اور ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر تاخیر یا پھر فرض وواجب کو بھول کر مکرر ادا کر دینا یا واجب کا چھوٹ جانا شامل ہیں، لیکن عوام جو مسائل سے عموماً ناواقف ہوتی ہے اور ان کا دینی ومذہبی شعور اس قدر بالیدہ نہیں ہوتا وہ اصول پر جزئیات کی تطبیق پر قادر نہیں ہوتی اور یہ موضوع ان کے لئے عموماً باعث خلجان اور نماز کی ادائیگی میں صحت اور عدم صحت کے نقطۂ نظر سے تشویش کا باعث ہوتا ہے۔

اردو میں نماز سے متعلق بڑی چھوٹی کتابیں دستیاب ہیں اور ان میں سجدۂ سہو سے متعلق مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں، اس موضوع پر اردو میں میرے علم کے مطابق مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند کے رسالہ مسائل سجدہ سہو میں بڑی حد تک جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے اور وہ کتاب پورے ہندوستان میں معروف ومقبول ہے۔

میرے مخلص کرم فرما رفیق گرامی قدر محترم جناب محمود عالم صاحب نے بھی اپنی کتاب معراج المؤمنین اور معراج المؤمنات میں اس موضوع پر دوسرے ابواب کے ساتھ سجدۂ سہو کے مسائل پر لکھا ہے لیکن ضمناً کسی مسئلہ پر لکھنا اور بات ہے اور مستقل رسالہ کی تالیف دوسری بات، حاجی صاحب نے اپنی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب میں سجدہ سہو کے متعلق بیشتر مسائل اور اس کی جزئیات وتفصیلات ذکر کی ہیں، شروع میں بہت تفصیل سے نماز کے شرائط، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات مکروہات، مفسدات کا ذکر کیا ہے، اس تفصیل کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ جو لوگ جزئیات کا انطباق اصول کی بنیاد پر کرنا چاہتے ہیں انہیں بھی سہولت ہوجائے، جزئیات کا یاد رکھنا آسان نہیں ہوتا لیکن اصول وکلیات، قواعد وضوابط کا استحضار ذہن میں آسانی سے ہوجاتا ہے، ان مباحث کے بعد سجدہ سہو سے متعلق تفصیلات شروع کی گئی ہیں اور شروع میں ان اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اس کے بعد فردا فردا، تکبیرات، اذکار وتسبیحات، قرأت، سجدہ تلاوت، رکوع وسجود، رکعات کی تعداد، قعدہ اور التحیات، تراویح، وتر، عیدین وجمعہ، مسبوق اور لاحق، مسافر وغیرہ سے متعلق ان جزئیات کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، ان صورتوں کو بھی درج کر دیا گیا ہے، جس میں سجدہ سہو کے وجوب کا شبہ ہوتا ہے، لیکن حقیقتا ان میں سجدہ سہو نہیں ہے، اور بغیر سجدہ سہو کے بھی نماز ہوجاتی ہے، ایسے بہت سارے مباحث بھی اس کتاب میں درج کیے گیے ہیں، جن میں سجدہ سہو کے وجوب عدم وجوب کا ذکر نہیں ہے، اور ان مسائل وجزئیات میں سجدہ سہو نہیں ہے، لیکن شبہات کے ازالہ کے لیے ان مسائل کو بھی شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔

کتاب کا انتساب شہروں سے دور پس ماندہ علاقوں کی مساجد کے ان ائمہ کے نام ہے جو کھیت میں کام کرنے والے مزدوروں سے بھی کم تنخواہ پا کر کس مپرسی کی زندگی گذارتے ہوئے مساجد کو آباد رکھے ہوئے ہیں، حاجی محمود عالم کی اس کتاب کا انتساب اس دردمندی اور فکرمندی کو ظاہر کرتا ہے، جو ائمہ کی معاشی پس ماندگی، کمیٹی کے دباؤ اور نفسیاتی تناؤ کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، لیکن مسجد کے محراب وممبر ایسے ہی لوگوں سے آباد ہیں اور یہ حضرات دین کی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لیے ساری زندگی ''اجرت دنیوی'' نہیں ''اجر خداوندی'' کے بھروسے گذار دیتے ہیں، ان کی دنیوی محرومیوں کی طرف لوگوں کی نگاہ نہیں جاتی، لیکن اللہ کے نزدیک انکا اجر محفوظ ہے، ان اجری الا علی اللہ۔

شہروں کے ائمہ کی حالت بھی تنخواہ کے اعتبار سے بہت اچھی نہیں ہے، کچھ زیادہ تنخواہ ملتی ہے تو شہر کے اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں، البتہ دیہاتوں کی بہ نسبت شہروں میں جز وقتی کام کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں اس لیے وہاں معاشی کساد بازار کا ادراک واحساس کم ہوتا ہے۔

حاجی محمود عالم صاحب جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ تمام مالہ وماعلیہ کو سمیٹ لیا جائے، اس کے لیے وہ موضوع سے متعلق دستیاب کتابیں اکھٹی کرتے ہیں، اور ان کتابوں میں جو جزئیات درج ہوتی ہیں، ان کو ایک خاص ترتیب اور سلیقے سے مختلف ابواب کے تحت شامل کتاب کرتے ہیں، پھر جن کتابوں سے مسائل اخذ کیے گیے ہیں ان کا حوالہ تفصیل سے دیتے ہیں، حوالہ ایک معتبر کتاب کا بھی کافی ہے، لیکن حاجی صاحب ایک حولہ پر اکتفا نہیں کرتے؛ بلکہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ ان کی نظر سے گذرا ہوتا ہے، سب کا ذکر کر دیتے ہیں، تاکہ قاری کو ہر اعتبار سے شرح صدر ہوجائے، زیر مطالعہ کتاب میں حاجی صاحب نے چھبیس کتابوں سے استفادہ کیا ہے، جا بجا ان کتابوں کے حوالے درج کیے ہیں، ماخذ ومراجع کے تحت ان کتابوں کے اسماء ایک ساتھ درج ہیں۔ اس لئے اس کتاب مین جو مسائل ذکر کیے گیے ہیں، ان کے مستند ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا اور بلا تامل اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی قبول عام وتام نصیب فرمائے اور مؤلف کے لیے اسے ذخیرہ آخرت بنادے۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عصر حاضر کے مسائل

مولانا رضوان احمد ندوی

ربیع الاول کا مہینہ بہار کا مہینہ ہے، یہ وہی مہینہ ہے، جس میں عالم انسانیت کے رہبر وقائد خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد دنیا کو حق وصداقت کا پیغام دیا، دم توڑتی اونگھتی اور سوتی انسانیت کو حیات جاوداں کا مژدہ سنایا، بے معنی زندگی کو بامعنی بنایا، جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم ومعرفت کی روشنی عطا کی، قوموں کی تقدیر کو بدل دیا، خواہش پرست انسانوں کو خداپرست اور حق پرست بنادیا، ہندوستان کے مشہور عالم دین ومفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھا ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد دنیا کی رُت بدل گئی، انسانوں کے مزاج بدل گئے، دلوں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا، خدا طلبی کا ذوق عام ہوا، انسانوں کو ایک نئی دھن لگ گئی، جس طرح بہار یا برسات کے موسم میں زمین میں روئیدگی، سوکھی ٹہنیوں اور پتیوں میں شادابی اور ہریالی پیدا ہوجاتی ہے، نئی نئی کونپلیں نکلنے لگتی ہیں اور در ودیوار پر سبزہ اگنے لگتا ہے، اسی طرح بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قلوب میں نئی حرارت، دماغوں میں نیا جذبہ اور سروں میں نیا سودا سما گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانیت صدیوں کی نیند سوتے سوتے بیدار ہوئی۔ (محسن عالم: ۴۳)

اردو کے شاعر حالی کی زبان میں ؎

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

مذاہب عالم کی تاریخ بتاتی ہے کہ چھٹی عیسوی صدی میں ایران وروم، مصر وشام حتی کہ ہندوستان بدتہذیبی کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، تہذیب واخلاق اور علم وحکمت کی کہیں کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی، انسان قوموں اور برادریوں، اعلیٰ وادنیٰ طبقوں میں بٹا ہوا تھا، حسب ونسب اور غربت وامارت کی حد بندیاں قائم تھیں، وحدت ومساوات کا کوئی تصور نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ انسانیت کراہ رہی تھی، محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ۲۳ رسالہ دور نبوت میں انسانوں کو ان کی حقیقی قدر ومنزلت سے آگاہ کیا، اونچ نیچ کے فاصلوں کو ختم کیا، طبقاتی حد بندیوں کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں اور پوری قوت وصفائی سے اعلان کیا: **الناس کلھم اخوۃ**، تمام انسان آپس میں بھائی ہیں، انسان بحیثیت انسان برابر ہے، پھر عملی طور پر برت کر دکھایا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گذرا، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، آپ نے فرمایا کہ کیا وہ انسان نہیں ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں وحدت انسانی اور اسلامی مساوات کا جو پیغام دیا وہ اقوام عالم کے لیے نیا عالمی نظام تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع میں ارشاد فرمایا: "**ان ربکم واحد وان اباکم واحد**" تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک، **لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ**، عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضلت نہیں ہے اور نہ ہی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، ہاں تقویٰ کی بنیاد پر کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔

یاد رکھئے کہ انسانیت کے محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وحدت اور پیغام وحدانیت وصداقت کسی مخصوص قبیلہ، خاندان اور ملک تک محدود نہیں تھی؛ بلکہ آپ کی نبوت ورسالت تمام عالم کے لیے تھی، ﴿**وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا**﴾ آپ تمام کائنات انسانی کے رسول ہیں، قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا: ﴿**وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین**﴾ ہم نے آپ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء ورسل اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے، ان میں سے کسی کو بھی رحمۃ للعالمین کے لقب سے سرفراز نہیں کیا گیا، رحمۃ للعالمین کا خطاب صرف خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا، ہزاروں رحمتیں اور درود وسلام ہو، اس نبی رحمت پر جنہوں نے انسانوں اور چوپایوں پر بھی رحم وکرم کی تعلیم دی۔ ہر قسم کے جور واستبداد کا خاتمہ کیا، ﴿**ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ**﴾ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرسکو، اس لیے انصاف کرو، یہی تقویٰ کے قریب ہے۔ اس آیت پر عمل کیا اور کرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا: **لا تثریب علیکم الیوم**، آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، **انتم الطلقاء**، جاؤ تم سب آزاد ہو، حالانکہ برسوں کے انتقام کا دن تھا؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا پیغام دیا۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا نہیں کی لگائی ہوئی ہے

پس ربیع الاول کا یہ مہینہ ہمارے لیے سیرت کا ایک پیغام رکھتا ہے کہ ہم انسانیت کی جان ومال کے تحفظ کے لیے دنیا کو امن وسکون اور حقوق انسانی کے احترام کا پیغام دیں، ﴿**لا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق**﴾ کسی جان کو جسے اللہ نے قابل احترام ٹھہرایا، ہلاک نہ کرو، مگر حق کے ساتھ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے زمین پر بسنے والے ہر طبقہ کو اس کا واجبی حق دیا، کمزوروں، بے سہارا انسانوں، بیکسوں اور مظلوموں کی دستگیری کو عبادت قرار دیا، فرمایا کہ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ الفت ومحبت کے پیکر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ میں امن وامان قائم کرنے اور انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنے کو انسانیت کا زیور قرار دیا۔

افسوس کہ آج پوری دنیامین ملت اسلامیہ گوناگوں مصائب ومشکلات سے دوچار ہے، عالمی قیادت خدا ناشناس طاقتوں کے ہاتھ میں ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ ہم ان کے دست نگر بنے ہوئے ہیں، حالات کی ٹھوکریں ہمیں بیدار نہیں کرسکیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام امن اور حق وصداقت کی تبلیغ نہیں کی۔ جان لیجئے کہ جب کوئی داعی قوم اپنا داعیانہ کردار چھوڑ دیتی ہے تو وہ مدعو ہوجاتی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کا ازسرنو تعارف کرایا جائے، ان کی تعلیمات سے دنیا کو باخبر کیا جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدمت جوہری توانائی کے انکشاف سے بھی بڑی خدمت ہوگی، میں نے اسیر مالٹا نامی کتاب میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کا ایک واقعہ پڑھا کہ جب وہ اسارت مالٹا سے واپس ہوئے تو ایک دن دارالعلوم کے اکابر علماء ومشائخ کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی حیثیت سے کیوں تباہ وبرباد ہورہے ہیں تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ اس کے دو سبب ہیں، ایک ان کا قرآن اور سنت رسول سے انحراف اور دوسرے اس کے آپسی اختلاف اور خانہ جنگی، جس نے ملت کو تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کردیا ہے، اس کے بعد انہوں نے اپنی پوری زندگی اشاعت قرآن اور سنت رسول کو زندہ کرنے میں وقف کردی۔

ہم بھی عہد کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو زندہ کریں گے اور اتحاد واجتماعیت کی زندگی گذاریں گے اور اپنے تمام عائلی ومعاشرتی معاملات کو کتاب وسنت کے مطابق حل کریں گے، ارتداد وبے دینی سے خود بھی محفوظ رہیں گے اور نئی نسل کو بھی بچائیں گے، اگر آج کا انسان اپنے تمام مسائل کو تعلیمات نبوی کی روشنی میں حل کرلے تو دنیا اس کے لیے امن وچین کا گہوارہ بن جائے گا اور کسی کو کسی سے شکایت کا موقع نہیں رہے گا، صرف یہ کافی نہیں کہ ماہ ربیع الاول میں چند جلسے جلوس کرلئے جائیں، برقی قمقموں سے محفل کو جگمگالیں۔

کافی نہیں کہ بیٹھ کر مدح وثنا کریں
اٹھو کہ آج حق محبت ادا کریں

ہم اس مبارک ماہ ودن کو یوم احتساب وجائزے کے طور پر منائیں، اپنے نفس کا محاسبہ کریں، دل کے چور کو پکڑیں، ﴿**قد افلح من زکّٰھا**﴾ اپنے قلوب کو نور ایمانی سے منور کرنے کی فکر کریں، اپنے طریق زندگی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ڈھال کر ساری دنیا کے انسانوں کے لیے نمونہ عمل اور پیغام عمل بن جائیں، ﴿**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لم کان یرجوا اللہ والیوم الآخر**﴾ اور دنیا والوں کو بھی بتائیں کہ اگر تم حقیقی امن وسکون اور ابدی خیر وفلاح چاہتے ہو تو اپنی زندگی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی سے ہم آہنگ کرو۔

کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے
کافی ہے بس اک نسبت سلطان مدینہ

صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا.

(بقیہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تجارتی اسفار) بہانہ یہ تھا کہ وہ خدمت کرتے رہیں گے اور مقصد یہ تھا کہ مال کی نگرانی بھی رکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات واخلاق کا بھی گہرائی سے مطالعہ کرتے رہیں۔ سفر شام سے واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کا نفع حضرت خدیجہ کے سپرد کیا اور میسرہ نے نہ صرف امانت داری؛ بل کہ آپ کے عام اخلاق کی بھی ایسی تعریف کی کہ خدیجہ جو اپنی زندگی کا یہ آخری دور کسی راست باز کے حوالے کرنا چاہتی تھیں دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو گوہرِ مراد نظر آنے لگا؛ چنانچہ سفرِ شام سے واپسی کے دو ماہ پچیس روز بعد حضرت خدیجہ نے آپ کو نکاح کا پیام دیا، آپ نے اپنے چچا کے مشورے سے اس کو قبول فرمایا اور پچیس برس کی عمر میں اپنے سے پندرہ برس بڑی اور دو بار بیوہ ہوچکی خاتون کے ساتھ نکاح کیا۔ نکاح کے بعد حضرت خدیجہ نے اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کردیا؛ مگر آپ نے ان کا سارا مال غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی امداد پر صرف کردیا اور اپنی معاش تجارت کو باقی رکھا اسی سے اپنے کنبے کی گزر بسر کرتے۔

تجارت کی خاطر آپ نے بصری اور مدینہ کی جانب کئی تجارتی سفر کیے اور انھیں سفروں کے درمیان آپ نے قریش کی تجارتی شاہراہوں کے ہر پیچ وخم سے آگاہ ہوگئے، خصوصا مدینہ کی سیاسی اور جغرافیائی حیثیت اچھی طرح سمجھ لی۔ چند ارشادات نبوی اور نقل کردینا مناسب سمجھتا ہوں جن سے تجارت اور تجارت پیشہ لوگوں کی عظمت واضح ہو؛ نیز تجارت میں امت کے لیے آپ کا مقرر کردہ اصول بھی سامنے آسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار سوال کیا گیا کہ کون سی کمائی پاکیزہ ترین ہے؟ فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام کرنا اور ہر حلال وجائز خرید وفروخت۔ (السنن الکبری للبیہقی: ۳۶۲/۵) تجارت میں حسنِ معاملہ، صداقت ودیانت اور راست بازی کی ہردم تاکیدی نصیحت فرماتے رہے، فرمایا: قیامت کے روز تاجر فجار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے بجز اس تاجر کے جو اپنے معاملات میں خداترس رہا ہو، لوگوں سے حسنِ سلوک کیا ہو اور ہر معاملے میں سچائی کا دامت تھامے رکھا ہو۔ (ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۱۲۱۰) اسی طرح فرمایا: امانت دار اور راست باز تاجر قیامت کے دن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (ترمذی شریف حدیث: ۱۲۰۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے منع فرمایا: بیع میں زیادہ قسمیں کھانے سے احتیاط برتو؛ کیونکہ اس طرح مال تو بک جاتا ہے؛ مگر برکت جاتی رہتی ہے۔ (مسلم شریف حدیث: ۴۱۲۳)

آخری بات یہ ہے کہ بیع کرنے والوں کا سب سے پہلے آپ نے "تاجر" نام رکھا پہلے انھیں "سماسر" کہا جاتا تھا اور اس نئے نام کو تمام لوگوں نے بہت پسند کیا۔

s\MD ASADULLAH\Downloads\19.11.2018 (1).inp 28-11-2018 17:50 PAGE 6 (1,1)

اتحادواتفاق کااسلامی تصور

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن البسام

رکن المجمع الفقهی رابطه عالم اسلامی، مکه مکرمه

امت کا ہر مخلص، دردمند اور خیر خواہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ وہ اسلامی بیداری کے لیے میدان ہموار کرے اور اسے انجام تک پہونچائے اور مشرق سے مغرب تک عام کرے؛ تا کہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو اور وہ حقیقت کو سمجھیں اور جہنم کی کھائی سے نکل کر عالی مقام جنت کی طرف آئیں اور کفر وشرک، الحاد ولادینیت، سیکولرازم، کمیونزم، بدھ ازم اور مجوسیت وغیرہ ملحدانہ مذاہب ونظریات سے نکل کر اسلام وایمان اور ہدایت قرآن کی طرف آئیں۔ اب تک جو باتیں ہوئیں، انہیں آگے آنے والی باتوں کا مقدمہ سمجھا جائے، ہمیں بڑی فرحت ومسرت ہوتی ہے، جب ہم اپنے خوددار اور غیور نوجوانوں کو جن کے جسم میں گرم خون حرکت کر رہا ہے، دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف مائل ہیں اور دینی معاملات میں ان کا شعور بیدار ہے اور اخلاص اور محبت کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں، نوجوان ہی امت کے مستقبل کے معمار ہیں، ملک وملت کی توقعات ان سے وابستہ ہے، اس بنا پر ہم اس مبارک دینی بیداری اور قابل ستائش اسلامی شعور کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اولاد کو روزانہ ان باتوں کی وصیت کریں جن کی خود اپنے آپ کو کرتے ہیں، تا کہ یہ مبارک بیداری اور سلامتی کے ساتھ اس کا قدم آگے بڑھتا رہے اور اس کا عملی منصوبہ ناکامیوں سے محفوظ رہے، ہم انہیں اس بات کی وصیت کرتے ہیں کہ وہ فروعی واجتہادی مسائل کے اختلاف کو عداوت وبغض وحسد، باہمی منافرت اور دوری کا سبب نہ بنائیں؛ بلکہ ان پر علمی بحث کریں اور استفادہ وافادہ کی نیت سے اس پر بحث ومباحثہ کریں؛ تا کہ راجح قول اور مسئلے سے متعلق زیادہ درست رائے تک پہونچ سکیں، فروعی اختلافی مسائل میں علماوفقہا کی آراء اور نقطہائے نظر کے مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف کی گنجائش ہے، اس لیے جس کا اجتہاد اسے جس نتیجے پر پہنچائے، وہ اس پر عمل کرسکتا ہے، اس نوعیت کا اختلاف خود صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ مجتہدین کے درمیان موجود تھا، ہر ایک کو اس کی تحقیق واجتہاد نے جس نتیجے پر پہنچایا، وہ اس پر عامل بنا، ان میں سے ایک نے دوسرے پر عیب نہیں لگایا اور نہ ایک دوسرے کو غلط کار کہا، بلکہ علمی اجتہاد تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود رہتے ہوئے پایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کی بستی کی طرف صحابہ کی ایک جماعت کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے، مگر بنی قریظہ میں، چنانچہ بعض صحابہ نے اجتہاد کر کے راستے میں نماز پڑھی اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ نماز کو اس کے اصل وقت سے ٹال کر پڑھی جائے، بلکہ مقصد یہ تھا کہ ہم بنی قریظہ کی طرف جانے میں جلدی کریں، یہاں تک کہ وہاں پہنچ کو عصر کی نماز پڑھ لیں اور بعض صحابہ نے ظاہر نص کو بنیاد بنا کر بنی قریظہ پہونچ کر نماز پڑھی، یعنی سورج غروب ہو جانے کے بعد؛ لیکن انہوں نے ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی؛ بلکہ دونوں گروہوں کی تصویب فرمائی اور انہیں ان کے اجتہاد اور نص کے سمجھنے میں ان کے اختلاف پر باقی رکھا، جہاں اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلے پر ایک رسالہ ہے "رفع الملام عن الأئمة العظام"، جس میں انہوں نے فروعی مسائل میں علما وائمہ کے اختلاف کے اسباب بیان کئے ہیں اور اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ امر طبعی ہے، لوگوں کے فکر وفہم کا اختلاف، شرعی نصوص کے تصور کی کیفیت اور ان کے فہم میں نقطہ نظر کا اختلاف، ملکی وجغرافیائی بعد، کسی جماعت کے پاس کچھ ایسے نصوص کا ہونا جو دوسرے کے پاس نہیں ہے، اس طرح کے اور بہت سے اسباب ہیں، مگر یہ ان کے سب ہوتے ہوئے بھی ان کے درمیان عداوت، عصبیت اور بغض وحسد نہیں؛ بلکہ وہ ایک امت ہیں، ایمانی اخوت، دینی رشتہ اور علمی تعلق ان سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کئے ہوئے ہے، اس قیمتی رسالے سے ہم بعض فقروں کو ملخص طور پر ذکر کر رہے ہیں، جن سے اس امام کی وسعت نظری ظاہر ہوتی ہے، امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے دوستی کریں، ساتھ ساتھ مسلمانوں سے دوستی رکھیں، خصوصا ان علماء سے جو انبیاء کے وارث ہیں، جن کی حیثیت اللہ نے ستاروں جیسی بتائی ہے، جن سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور مسلمانوں کا ان کی ہدایت اور علم پر اتفاق ہے، یہ بھی ذہن میں رہے کہ ائمہ کرام میں سے کوئی بھی ایسے نہیں ہیں کہ کسی چیز میں جان بوجھ کر ان کی سنت کی مخالفت کریں، رسول کے اتباع کے وجوب پر ان سب کا اتفاق ہے، پس اگر ان ائمہ میں سے کسی کا کوئی قول ایسا پایا جاتا ہو جو حدیث صحیح کے خلاف ہے تو ضروری ہے کہ اس کے چھوڑنے کی کوئی عذر ہو اور یہ عذر تین طرح کے ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ انہیں یہ اعتقاد نہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے، دوسرے یہ کہ انہیں یہ اعتقاد نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول سے اس مسئلے کا ارادہ فرمایا ہے، تیسرے یہ کہ ان کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ حکم منسوخ ہے، پھر ان تینوں قسموں سے بہت سے اسباب متفرع ہوتے ہیں، پہلا سبب یہ ہے کہ انہیں حدیث نہ پہنچی ہو اور جب تک حدیث نہ پہنچی ہو وہ اس کا مکلّف نہیں ہے کہ اس کے موجب کو جانے، سلف کے جو اقوال بعض احادیث کے خلاف پائے جاتے ہیں، اس کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، کیوں کہ تمام احادیث کا احاطہ تو امت میں سے کسی کے پاس نہیں تھا اور کوئی شخص ایسا ہرگز نہ کہے کہ احادیث کی جمع وتدوین ہو چکی تھی، پھر اس کا مخفی ہونا عقل سے بعید چیز ہے؛ کیوں کہ احادیث کی مشہور دیوان ائمہ متبوعین کی رحلت کے بعد مرتب ہوئے ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ حدیث تو انہیں پہونچی؛ لیکن وہ ان کے نزدیک ثابت نہ ہوسکی ہو اور ایسا بھی بہت ہوا ہے، کیوں احادیث پھیل رہے تھے اور مشتہر ہو رہے تھے؛ لیکن بہت سے علما تک وہ ضعیف طرق سے پہنچ رہے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم نہ ہو کہ حدیث چند امور پر دلالت کر رہی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث میں جو لفظ آیا ہے، وہ ان کے نزدیک غریب ہے، جیسے محاقلہ، مخابرہ، ملامسہ، منابذہ اور غرر اور اس جیسے دوسرے

مولانا نورالحق رحمانی

استاد المعهدالعالي لتدريب القضاء والإفتاء

غریب الفاظ جس کی تفسیر میں علما کا اختلاف ہے اور کبھی لفظ مشترک یا مجمل ہوتا ہے، یا حقیقت اور مجاز کے درمیان دائر ہوتا ہے، پس وہ اس سے اس معنی پر محمول کرتے ہیں، جو ان کے نزدیک زیادہ قریب ہو، حالانکہ مراد دوسرا مفہوم تھا۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ ان کا گمان ہو کہ اس حدیث کی اس مسئلہ پر کوئی دلالت نہیں ہے، اس طر پر کہ ان کے پاس کوئی اصول ہو جس سے دلالت رد ہو جاتی ہو، خواہ فی نفسہ وہ صحیح ہو یا غلط ہو، پس ممکن ہے کہ یہ اسباب جن کی اطلاع ہمیں نہیں ہے، کسی عالم کے لیے عمل بالحدیث کے ترک کی حجت ہو، پس بے شک علم کے مدارک وسیع ہیں اور علما کے باطن میں جو کچھ ہے، ہمیں اس کی خبر نہیں اور عالم کبھی اپنی دلیل ظاہر کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا ہے اور اگر ظاہر بھی کرتا ہے تو کبھی ہم تک پہنچتی ہے اور کبھی نہیں پہونچتی ہے اور اگر ہم تک پہونچ بھی جائے تو کبھی ان کے استدلال کی بنیاد سمجھ میں آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے؛ لیکن ہم اگر چہ اسے جائز قرار دیں؛ لیکن ہمارے لیے اس کا جواز نہیں ہے کہ ہم ایسے قول کو جس کی حجت کسی صحیح حدیث سے ظاہر ہو اور اہل علم کی ایک جماعت نے اس سے اتفاق کیا ہو، چھوڑ کر دوسرے عالم کے قول کی طرف رجوع کریں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو؛ کیوں کہ علماء کی رائے میں غلطی ہونے کا امکان ادلہ شرعیہ میں غلطی کے امکان سے زیادہ ہے؛ کیوں کہ ادلہ شرعیہ تمام انسانوں پر حجت ہیں، بخلاف کسی عالم کی رائے کے اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مقابلہ کسی انسان کے قول سے کرے اور جب حدیث کا چھوڑنا مذکورہ بالا اسباب کی بنیاد پر ہوسکتا ہے تو کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ جس عالم نے کسی علت کی بنیاد پر حدیث کو چھوڑا ہے، اس کے بارے میں اعتقاد رکھے کہ انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے، یا یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔

اسی طرح اگر حدیث میں کسی فعل پر لعنت، غضب یا عذاب جیسی کوئی وعید آتی ہے تو کسی یہ کہنے کا حق بھی نہیں ہے کہ فلاں عالم جس نے اس فعل کو مباح قرار دیا یا خود ایسا عمل کیا ہے، وہ اس وعید میں داخل ہیں اور اس مسئلے میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کو دو صاع کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ انہوں نے اس طرح کا معاملہ کر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اس بیع کو رد کر دینے کا حکم دیا؛ لیکن ربا کھانے والے کے بارے میں جو سخت وعیدیں آئی ہیں، وہ ان پر مرتب نہیں کیا؛ کیوں کہ حضرت بلال کو اس کا علم نہیں تھا کہ دو صاع کو ایک صاع کے بدلے میں بیچنا یا خریدنا بھی ربا میں داخل ہے۔ اسی طرح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جب ایک جنگ میں ایک کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کو یہ سمجھ کر قتل کر دیا کہ یہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قصاص یا دیت یا کفارہ لازم نہیں کیا؛ حالانکہ اس کا قتل حرام تھا؛ لیکن انہیں اس کا علم نہیں تھا اور انہوں نے جائز سمجھ کر قتل کیا تھا۔

پھر اس علم کے بعد کہ علما وائمہ ترک حدیث کے سلسلے میں معذور ہین، ہمیں شریعت نے اس بات سے نہیں روکا ہے کہ ان احادیث صحیحہ کی تحقیق وتلاش کریں، جن کا کوئی معارض نہیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ امت پر اس کی تبلیغ اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تبلیغ واجب ہے اور علماء کے درمیان اس مسئلے میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس قاعدے کی وضاحت چند مثالوں سے ہوگی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے، یہ حدیث ربا الفضل اور ربا النسیہ دونوں کو شامل ہے، پھر جن لوگوں تک "انما الربا فی النسیة" والی روایت پہنچی، انہوں نے ہاتھوں ہاتھ دو صاع کو ایک صاع کے بدلے بیچنے کو جائز قرار دیا ہے، مثلا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے اصحاب اور کسی کو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ وہ ربا کی لعنت کے مستحق ہیں؛ کیوں کہ حضرت ابن عباس وغیرہ نے تاویل کرتے ہوئے ایسا کیا ہے اور تاویل بھی ایسی ہے جس کی فی الجملہ گنجائش ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے ربا والی عام حدیث سے استدلال کرتے ہوئے ہم اس کی حرمت کا اعتقاد نہ رکھیں، اسی طرح حدیث کا آجانا اس بات سے مانع نہیں ہے کہ تاویل کرنے والے کو ہم اس مسئلے میں معذور سمجھیں اور وعید کا مصداق قرار نہ دیں اور یہ ایک وسیع باب ہے، جس میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں، جن کی حرمت کتاب وسنت میں آئی ہے اور امت کے کچھ افراد کو حرمت کی دلیلیں نہیں پہونچ سکیں، اس بنا پر انہوں نے اسے جائز قرار دیا، یا ان دلائل کے خلاف ان کے نزدیک کچھ اور دلائل آگئے اور انہوں نے اپنے علم وعقل سے اجتہاد کر کے یہ سمجھا کہ یہ دوسرے دلائل زیادہ راجح ہیں اور حرمت کے کچھ احکام ہیں، مثلا اس کے مرتکب کا گنہگار اور فاسق ہونا، ملامت اور عقوبت کا مستحق ہونا وغیرہ، لیکن اس کے کچھ شرائط اور موانع ہیں، اس بنا پر کبھی حرمت ثابت ہوتی ہے؛ لیکن شرط کے فوت ہونے کی وجہ سے یا کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے اس کے احکام نہیں پائے جاتے، یا اس شخص کے حق میں حرمت نہیں ہوتی اور دوسروں کے حق ثابت رہتے ہیں، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی تلخیص ختم ہوئی، دیکھ لیا جائے کہ شیخ الاسلام نے ہمارے سامنے کس طرح علما کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے اسباب بیان فرمائے، پھر یہ بھی بتا دیا کہ وہ اس اختلاف مین معذور ہیں اور ان سب کا مقصد اچھا تھا؛ لیکن ایک کو کچھ علم ہوا اور دوسرے کو کچھ اور علم ہوا اور ایک نے نص سے کچھ سمجھا اور دوسرے نے کچھ اور سمجھا اور یہ بھی صراحت کردی کہ ان میں سے جن کا اجتہاد صحیح ہو ان کے لیے دو اجر ہے اور جن کے اجتہاد میں غلطی ہوئی، ان کے لیے بھی ایک اجر ہے۔

بہر حال یہ فروعی اختلافات خواہ کتنے ہی بڑے اور زیادہ ہوں، ان پر اختلاف والی وعیدیں مرتب نہیں ہوتیں؛ کیوں کہ یہ اختلاف علما میں کسی عداوت کی بنیاد پر نہیں پیدا ہوا اور نہ ان کے درمیان فرقت کا سبب بنا؛ بلکہ اس کے باوجود وہ آپس میں بھائی بھائی بنے رہے اور علمی مسائل میں ان کا اجتہاد انہیں جس نتیجے پر لے گیا، وہ اس پر عامل رہے۔

جمہوریت کے محافظ

ڈی راجا اور ایس این ساہو (دی انڈین ایکسپریس: ۱۶؍نومبر ۲۰۱۸ء)

ترجمہ: سید محمد عادل فریدی

گذشتہ جمعہ (۹؍نومبر ۲۰۱۸) کو سابق صدر جمہوریہ ہند کے آر نارائنن کا تیرہواں یوم وفات تھا۔ کے آر نارائنن ایک بے مثال اسکالر اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی کے سابق وائس چانسلر تھے۔ انہوں نے ملک کے صدر جمہوریہ کے طور پر عظیم خدمات انجام دیں۔ لیکن اس کے باوجود موجودہ حکمراں جماعت نے ان کے یوم وفات کو بالکل ہی نظر انداز کردیا۔ ایک سیکولر اور جمہوری ہندوستان کا تصور، آئین، سیکولرزم، اور سائنسی انسانیت کو فروغ دینے کے تعلق سے انکے خیالات، ہمارے زمانے میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے بارے میں ان کا نظریہ جو کہ ان کے فکر وعمل سے ظاہر اور نمایاں تھا اور وہ ہندوتو کے متعصّبانہ، عدم مساوات پر مبنی فرقہ وارانہ وفاسسشٹ نظریہ کے بالکل ہی مخالف تھا۔ ہندوتو کا نظریہ لوگوں کو ایک خاص طریقہ پر پولرائز کرتا ہے، ہندتو کے نظریہ کے حاملین چاہتے ہیں کہ جہاں پہلے بابری مسجد تھی، جس کی ظالمانہ طریقہ سے مسمار کردیا گیا، وہاں مندر تعمیر کریں۔ ہندوتو کا نظریہ تہذیبوں کے تنازع کے اس خطرناک اصول کی یاددلاتا ہے جس کی وکالت سموئیل ہیننگٹن نے کی تھی، جس پر مختلف تہذیبوں اور مذاہب کی بعض غلطیوں سے فائدہ اٹھا کر ایک ان کے درمیان مسلسل ٹکراؤ اور لامتناہی تنازعات کو جنم دینے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ ہندوتو کے نظریہ کی حامل طاقتیں ہندستان کو ایک ایسا اکھاڑہ بنادینا چاہتی ہیں جہاں مختلف تہذیبوں اور قوموں کا ہمیشہ دنگل ہوتا رہے۔

صدر نارائنن وحدت کی ایک تازگی بھری آواز تھے جس نے تہذیبوں کے تنازع کے اصول کو رد کردیا تھا۔ مولانا آزاد کی یادگار میں ہوئے ایک پروگرام میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ مہذب لوگ نہیں لڑتے بلکہ وحشی لڑا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب مختلف خیالات وافکار رکھنے والی قومیں اور تہذیبیں آپس میں ملتی ہیں اور مختلف الانواع نظریات کا سنگم ہوتا ہے تو زمین پر نئے افکار وخیالات، اور ہفت اقسام تخلیقات کا جنم ہوتا ہے۔ اس وقت جب کہ ہر طرف نفرت اور ٹکراؤ کی فضا قائم ہے، نارائنن کے الفاظ جن میں تنازعات کو ختم کرنے کی اپیل کی گئی ہے، یقیناً بہت ہی قیمتی ہیں اور ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

جمہوریہ ہند کا سربراہ اور صدر آئن اور قانون کے تحفظ، اس کی رکھوالی اور دفاع کا حلف لیتا ہے اور وہ اپنی ذات کو ملک کی خدمت کے لیے وقف کردیتا ہے۔ صدر نارائنن نے اس حلف کی ہمیشہ لاج رکھی اور انہوں نے آئین و قانون کی حفاظت کے اپنے فرض منصبی کو کبھی فراموش نہیں کیا، یہاں تک کہ اٹل بہاری واجپئی کی قیادت والی اس وقت کی حکومت کے ذریعہ جب آئین ہند پر نظر ثانی کی تجویز پیش کی گئی تو صدر جمہوریہ ہند کے طور پر کے آر نارائنن نے اس تجویز کو مسترد کیا اور اس طرح انہوں نے آئین ہند کی حفاظت کے اپنے حلف پر پابند عمل رہے۔ حکومت کی جانب سے نارائنن کے لیے پارلیامنٹ میں خطاب کرنے کے لیے جو تقریر تیار کی گئی تھی اس میں آئین ہند پر نظر ثانی کی تجویز بھی شامل تھی، اور صدر جمہوریہ ہند ہونے کی حیثیت سے حکومت کی طرف سے ڈرافٹ کی گئی تقریر کرنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود نارائنن نے اپنے خطاب میں الفاظ کو بدل دیا اور انہوں نے کہا کہ میں یہاں پر پہلے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے الفاظ دہرانا چاہوں گا جنہوں نے کہا تھا کہ آئین پر عمل کرنے میں ناکام ہونے سے آئین پر الزام عائد نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان لوگوں پر الزام عائد ہوگا جو آئین پر عمل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں۔ جمہوریت کے گولڈن جبلی کے موقع پر کی گئی اپنی تاریخی تقریر میں انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہوگا کہ کیا آئین ہند نے ہمیں ناکام کیا ہے یا ہم نے آئین کو ناکام کیا ہے۔ صدر جمہوریہ کی تقریر کی اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ واجپئی حکومت نے اپنے آئین پر نظر ثانی کی تجویز کو واپس لیا اور اس کے بدلہ میں آئین پر عمل درآمد کے بارے میں نظر ثانی کی تجویز پاس کی۔

ابھی حال ہی میں ''اسٹیچو آف یونیٹی'' کی نقاب کشائی کے موقع پر وزیر اعظم نریندر مودی نے حیدرآباد اور جونا گڑھ کی ریاستوں کی مثال دی جہاں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی۔ نریندر مودی نے کہا کہ اگر سردار پٹیل نہ ہوتے تو ہندوستان کے لوگوں کو ان ریاستوں میں آنے کے لیے بھی ویزا کی ضرورت پڑتی۔ ۱۹۹۸ء میں جب کے آر نارائنن نے پارلیامنٹ کے سنٹرل ہال میں پٹیل کی مورتی کی نقاب کشائی کی تھی، تو انہوں نے اس وقت اپنی تقریر میں مثال دیتے ہوئے بیان کیا تھا کہ ٹریون کور ریاست (تریونت پورم) کی ریاست نے ہندوستانی حکومت میں شامل ہونے سے انکار کردیا تھا، ٹریون کور کے دیوان سی پی راما سوامی ایر نے کہا تھا کہ بھگوان پدمانا بھا اس ریاست کے حاکم ہیں اور ہندو دیوتا ہندوستانی حکومت کے تابع نہیں ہوسکتے۔ تو سردار پٹیل نے دیوان پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ تو پھر بھگوان پدمانا بھا برطانوی سامراج کے تابع کیسے ہوگئے تھے؟

نارائنن کی سردار پٹیل کے تعلق سے کی گئی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سردار پٹیل نے ہندوستان کو متحد کیا اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اس کے ساتھ شامل کیا اس سلسلہ میں ریاستوں کے حکمرانوں کی جانب سے ان کی مخالفت کی گئی خواہ وہ مسلمان رہے ہوں یا ہندو، لیکن انہوں نے کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور تمام چھوٹی چھوٹی منتشر ریاستوں کو ایک پرچم تلے جمع کردیا۔ اپنی اسی تقریر میں نارائنن نے کہا تھا کہ صرف مورتی بنادینے سے ہم سردار پٹیل کے تئیں اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوسکتے، پٹیل ہم سے چاہتے تھے کہ ہم اپنی ہندوستانیت کو مضبوط کریں اور اس کو چھوٹے اور تنگ خانوں میں نہ بانٹیں۔

نارائنن ہمیشہ یاددلاتے رہتے تھے کہ سیکولرزم ہی ہندوستان کی وحدت کی بنیاد ہے۔ انہوں نے جمہوریت کی تعریف وتشریح عورتوں کے حقوق اور وقار کے لیے جدوجہد سے کی۔ اس وقت عورتوں کے حقوق ووقار کے تعلق سے ان کے خیالات کافی اہمیت کے حامل ہیں، جب کہ مختلف انواع سے عورتوں کو عدم مساوات اور ناانصافی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان کو ہر طرف سے ہراساں کیا جارہا ہے اور ان کی عزت وعصمت پر مسلسل حملے ہورہے ہیں۔

امبیڈکر کو وہ ایک رحم دل باغی کے نام سے یاد کرتے تھے، وہ مہاتما گاندھی، جواہر لعل نہرو اور بی آر امبیڈکر کے افکار ونظریات کے حامی تھے اور انہیں تینوں کے نظریات وافکار کی بنیاد پر ملک کی تعمیر کے حمایتی تھے۔ یکم جنوری ۲۰۰۰ء کو نئے سال کا مبارک بادی کارڈ انہوں نے اپنی خاص ہدایات کے ساتھ ڈیزائن کروایا تھا، اس کارڈ کے اندرونی کور پر البرٹ آئنسٹائن کی جواہر لعل نہرو کے ساتھ ایک فوٹو تھی، جس کے نیچے نہرو کا ایک کوٹیشن درج تھا کہ ''مستقبل میں سائنس اور انسانیت کا اتحاد ہوگا جس سے سائنسی انسانیت کا ظہور ہوگا''

پہلی قسط

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم مشاہیر کی نگاہ میں

سید محمد عادل فریدی

مذاہب عالم میں اسلام ہی وہ تنہا دین ہے، جس کو آفاقی مذہب کہا جاسکتا ہے، جس کے اندر زمانہ کی تمام تبدیلیوں اور تقاضوں کو اپنے اندر سمالینے اور اس کے مطابق پوری دنیا کے انسانوں کی راہنمائی کرنے کی صفت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے ریگزاروں سے نکل کر جب یورپ اور امریکہ کے مہذب اور تعلیم یافتہ قوموں کے پاس یہ دین پہونچا تو ان کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا اور دنیا کی مہذب ترین اور عقلمند ترین قوموں کو بھی اسلام کی حقانیت، معقولیت اور آفاقیت کا قائل ہونا پڑا، چنانچہ بے شمار غیر مسلم اور مغربی دانشمندوں، سیاست دانوں اور مفکرں نے اپنی زبان سے بارہا اس کا اقرار اور اعتراف کیا۔ مغربی معاشرہ کے پروردہ نامور دانشوران اور اسکالرز اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین وتذلیل کرنے کی بے شمار کوششوں کے باوجود محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تعریف وتوصیف پر مجبور ہوئے۔ ذیل میں چند غیر مسلم اسکالرز، سیاست دانوں، دانشوروں اور اہم شخصیات کے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی شان میں کہے گئے اقوال اور ان کے اعتراف حق کی مختصر جھلک پیش کی جارہی ہے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ دوست اور ہمنواؤں کو تو چھوڑ دیجئے دشمنوں اور کٹر مخالفوں کے ذہنوں کو کس حد تک اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے متاثر کیا ہے۔

☆ مشہور مغربی مصنف مائیکل ہارٹ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف The Hundred میں جب دنیا کے سو عظیم ترین انسانوں کی فہرست مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور ایسے لوگوں کے ناموں کو ڈھونڈھا جنہوں نے دنیا کی تشکیل میں بڑا کردار ادا کیا ہے تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب میں سب سے پہلے نمبر پر رکھا۔ یہ مصنف ایک عیسائی ہوکر بھی اپنے دلائل سے ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی پوری نسل انسانی میں سید البشر کہے جانے کے لائق ہیں۔ انہوں نے کتاب میں لکھا ہے کہ ''پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب میں دنیا کے عظیم ترین لوگوں کی فہرست میں پہلا مقام دینے پر بعض قارئین کو تعجب ہوگا اور بعض لوگ مجھ سے سوال کرسکتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ پوری دنیا کی تاریخ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی وہ واحد ذات ہے جو مذہبی اعتبار سے بھی اور سیکولر نظریہ سے بھی اس قدر کامیاب ثابت ہوئی۔''

☆ مشہور فرانسیسی شہنشاہ اور مغرب میں فاتح اعظم کے نام سے مشہور نپولین بوناپارٹ کہتا ہے: میری خواہش ہے کہ میں بھی تعلیم یافتہ اور عقل مند لوگوں کی ایک فوج بناؤں اور قرآن کی تعلیمات کی بنیاد پر اس کی قیادت کروں۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا حیرت انگیز کارنامہ ہے کہ ایک قلیل عرصہ میں اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے بت پرستی کو چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش کو اختیار کرلیا۔

☆ ہندوستان کی سیاست میں بابائے قوم کے نام سے مشہور مہاتما گاندھی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور آپ کی تعلیمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے: ''میں بہت مضبوطی کے ساتھ اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا ہے اور کوئی بھی نظریہ تلوار کے زور پر اس طرح لوگوں کے دلوں میں گھر نہیں کرسکتا ہے، بلکہ یہ تو پیغمبر اسلام کی غیر معمولی سادگی، اخلاق کریمانہ، بے نفسی، اعتماد ویقین، اپنے صحابہ اور دوستوں کے ساتھ بے لوث محبت وشفقت، دین کے سلسلہ میں بے خوفی اور حق بات کہنے کی جرأت، اللہ پر کامل یقین اور اپنے مشن کے تئیں ان کی خود سپردگی تھی جس نے اسلام کو ان کے دلوں میں راسخ کردیا''

☆ فرانسیسی مورخ لیمرتین اپنی کتاب History de la Turquie میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ معمولی سازوسامان کے ساتھ اگر عظیم مقاصد کی تکمیل کے سلسلہ میں دنیا کے عظیم ترین انسانوں کا تقابل کیا جائے تو کوئی بھی عظیم تر ہستی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی ہے۔ مشہور زمانہ شخصیات نے فوجیں، قانون اور حکومتیں قائم کیں، اور انہوں نے یہ چیزیں مادی طاقتوں اور وسائل کی مدد سے اکٹھا کیں، مگر پیغمبر اسلام نے صرف قانون، حکومت اور فوج ہی کھڑی نہیں کی، بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو، نہ صرف اس وقت دنیا کی ایک تہائی آبادی کو، بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد کو کفر وضلالت، اور جہالت سے نکال کر خدا کی عبادت، تہذیب وشائستگی اور علم وکمال کے نور سے منور کردیا، آپ نے ان کے قلوب اور روح کو مسخر کرلیا اور انہیں ایک نظریہ کا تابعدار بنادیا۔ فلسفی، مبلغ، پیغمبر، قانون ساز، سپاہ سالار، ذہنوں کو مسخر کرنے والا دانائی اور حکمت کے عقائد پھیلانے والا، بت پرستی سے پاک معاشرہ تشکیل دینے والا، سیکڑوں ریاستوں کو ایک روحانی حکومت میں متحد کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

☆ بوسورتھ اسمتھ اپنی کتاب Mohammed and Mohammadanism میں لکھتے ہیں کہ قیصر روم اور پوپ نے بھی لوگوں پر اقتدار قائم کیا، لیکن ان کا اقتدار مادی وسائل اور طاقت کے بل بوتے پر تھا، بغیر مادی وسائل اور فوجی طاقت کے قیصر اور پوپ کا اقتدار ممکن ہی نہیں تھا، لیکن اگر کوئی شخصیت ہے، جس نے مادی وسائل اور فوجی طاقت کے بغیر لوگوں کو مسخر کیا اور خدائی قانون کو قائم کیا تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جنہوں نے کسی مادی وسائل اور کسی خارجی مدد کے بغیر انسانوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ (جاری)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

سری لنکا میں نئے وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک منظور

پڑوسی ملک سری لنکا کی سپریم کورٹ کے ایک مختصر حکم پر بحال کی گئی سری لنکا کی پارلیمنٹ نے نئے وزیر اعظم مہندا راجا پا کشے کے خلاف بدھ کے روز تحریک عدم اعتماد منظور کر لی ہے۔ یہ قرارداد اقلیتی پارٹی پیپلز لبریشن فرنٹ نے پیش کی تھی۔ سری لنکا کے صدر میتھری پالا سری سینا نے سابق صدر راجا پا کشے کو گزشتہ ماہ وزیر اعظم مقرر کر دیا تھا۔ یہ ابھی واضح نہیں ہے کہ سیاسی بحران میں کمی ہوئی ہے یا نہیں۔ اس عدم اعتماد کے بعد پا کشے کی تشکیل شدہ کابینہ بھی تحلیل ہو جائے گی۔ راجا پا کشے کی کابینہ کے ایک وزیر نے اجلاس اور عدم اعتماد کے حوالے سے کہا کہ یہ پارلیمانی روایات کے منافی ہے اور اس لیے عدم اعتماد بھی غیر قانونی ہے۔ دوسری جانب سابق وزیر اعظم رانیل وکرمے سنگھے کی یونائیٹڈ نیشنل پارٹی کے اراکین نے پارلیمانی فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ ایک رکن پارلیمان نے کہا کہ عدم اعتماد کی تحریک کی منظوری سے جمہوریت کو استحکام حاصل ہوا ہے۔ یونائیٹڈ نیشنل پارٹی کے رانیل وکرمے سنگھے نے منصبِ وزارت عظمٰی سے اپنی برطرفی اور راجا پا کشے کی تعیناتی کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ (ڈوچے ویلے جرمنی)

امریکہ میں ہندوستانی طلبہ کی تعداد میں مسلسل پانچویں سال اضافہ

بین الاقوامی تعلیمی ایکسچینج سے متعلق جاری اوپن ڈورس رپورٹ ۲۰۱۸ء کے مطابق، گزشتہ سال امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے والے ہندوستانی طلبہ کی تعداد ۵ء۴ فیصد بڑھ کر ۱۹۶۲۷۱/ ہو گئی۔ یہ مسلسل پانچواں سال ہے کہ امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے ہندوستانی طلبا کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ یو ایس انڈیا ایجوکیشنل فاؤنڈیشن (یو ایس آئی ای ایف) میں خطاب کرتے ہوئے قونصلر جوزف پومپر نے کہا کہ ”گزشتہ دس سالوں کے اعداد و شمار کو دیکھیں تو امریکہ جانے والے ہندوستانیوں کی تعداد دوگنی ہو گئی ہے۔ اور اس کی وجوہات واضح ہیں، ہندوستانی طلبہ بہترین تعلیمی مواقع کی تلاش میں ہیں اور امریکہ یہ مواقع مسلسل فراہم کرتا رہا ہے۔“ پومپر نے یہ بھی بتایا کہ اچھے تعلیم یافتہ ہندوستانی امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے سفارت خانہ میں لگاتار اپلائی کر رہے ہیں اور ملک بھر میں منعقد ہونے والے امریکی یونیورسٹی میلوں میں بڑی تعداد میں طلبہ شریک ہوتے ہیں۔ (یو این آئی)

کیلی فورنیا میں آتش زدگی سے ۶۳/ لوگ مرے ۶۳۰/ افراد سے زائد غائب

امریکہ کی مغربی ریاست کیلی فورنیا کے جنگلات میں لگی آگ سے مرنے والوں کی تعداد بڑھکر ۶۳/ ہو گئی ہے اور اب تک ۶۳۰ سے زائد افراد غائب ہیں۔ یہ اطلاع بوٹے کاؤنٹی کے شیریف کوری ہونیا نے دی ہے۔ انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ آگ سے مرنے والے سات افراد کی لاشیں برآمد کی گئی ہیں اور ہلاک ہونے والوں کی تعداد بڑھ کر ۶۳/ ہو گئی ہے اور ۶۳۱/ افراد اب بھی غائب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لاپتہ افراد کی تلاش میں ۲۰۰/ سے زائد ریسکیو کارکن مصروف ہیں۔ (یو این آئی)

چین میں ہاؤسنگ بحران: پانچ کروڑ مکان اور کوئی مکین نہیں

چین کے وہ شہر جہاں ہزاروں کی تعداد میں خالی مکانات مکینوں کا انتظار کر رہے ہیں، دنیا بھر میں ”آسیب زدہ شہر“ کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ یہ خالی جگہیں اب سیاحت کا گڑھ بن چکی ہیں، لیکن یہ ملک کے حکام کے لیے پریشان کن ہیں۔ ایک آزادانہ تحقیق کے مطابق ملک بھر میں ۲۰/ فیصد سے زیادہ گھروں میں کوئی نہیں رہتا۔ ان میں سے زیادہ تر گھر ایسے لوگوں کے ہیں، جن کے پہلے سے ہی مکانات موجود ہیں۔ چین میں گھروں کے سروے کو گین لی نے مرتب کیا ہے، جو کہ ٹیکساس کی ”اے اینڈ ایم یونیورسٹی“ میں اکنامکس کے پروفیسر ہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں ہزاروں چینی محققین کی مدد حاصل کی۔ چائنا ہاؤس ہولڈ فنانس سروے کے مطابق سنہ ۲۰۱۳ء کے بعد گھر خریدنے والوں کی تعداد میں مسلسل کمی ہو رہی ہے۔ (بی بی سی لندن)

سی این این کا ٹرمپ انتظامیہ کے خلاف مقدمہ

مشہور بین الاقوامی نشریاتی ادارے سی این این نے صدر ٹرمپ سے تلخ کلامی کے بعد اپنے نامہ نگار کا اجازت نامہ منسوخ کیے جانے پر ٹرمپ انتظامیہ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ سی این این نے ٹرمپ انتظامیہ پر الزام عائد کیا ہے کہ وائٹ ہاؤس نے اس کے نامہ نگار جم اکاسٹا کا اجازت نامہ منسوخ کر کے آئینی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ خیال رہے کہ سی این این کے نامہ نگار جم اکاسٹا کے صدر ٹرمپ سے تلخ جملوں کے تبادلے کے بعد یہ پابندی عائد کی گئی تھی۔ دوسری طرف وائٹ ہاؤس نے سی این این کی شکایت کو توجہ حاصل کرنے کی کوشش قرار دیا ہے۔ نیشنل ٹیلی ویژن پر تلخ کلامی کے مناظر براہ راست نشر ہونے اور صحافی کا اجازت نامہ منسوخ ہونے کے بعد صدر ٹرمپ پر صحافتی آزادی کو دبانے کا الزام تیز ہو گیا ہے، ساتھ ہی ٹرمپ اور سی این این کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہوا ہے، اس سے قبل بھی سی این این کئی بار صدر ٹرمپ کی برہمی کا نشانہ بن چکا ہے۔ سی این این نے مقدمے میں اکاسٹا کے اجازت نامہ کو عارضی طور پر بحال کرنے کی استدعا کرتے ہوئے کہا کہ اجازت نامہ کی منسوخی ایک مثال بن سکتی ہے، جس کے تحت مستقبل میں دیگر میڈیا اداروں پر بھی حملہ کیا جا سکتا ہے۔ (بی بی سی لندن)

برطانوی کابینہ نے یورپی یونین سے نکلنے کے معاہدے کی منظوری دیدی

برطانوی وزیر اعظم تھریسا مے نے کابینہ کے گھنٹے طویل اجلاس کے بعد بریگزٹ ڈیل کا اعلان کر دیا، جس میں برطانوی کابینہ کے ۹/ سے زائد ارکان نے بریگزٹ ڈیل کے مسودے کی مخالفت کی، جن میں سیکریٹری داخلہ اور سیکریٹری خارجہ بھی شامل تھے، جب کہ باقی ارکان نے یورپی یونین سے نکلنے کے معاہدے کی منظوری دیدی۔ وزیر اعظم تھریسا مے کا کہنا تھا کہ بریگزٹ ڈیل کا مسودہ آئندہ ماہ پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا جب کہ بریگزٹ ڈیل کی پارلیمنٹ سے منظوری میں مشکل ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں رکن یورپی پارلیمنٹ ورہوفسٹاڈ نے کہا کہ برطانیہ اور یورپی یونین کا قریبی رشتہ ہمیشہ قائم رہے گا اور تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ (نیوز ایکسپریس)

بزنس روزگار وغیرہ

میٹرک امتحان ۲۰۲۰ء کے لیے رجسٹریشن شروع

بہار اسکول ایگزامنیشن بورڈ کے میٹرک کے امتحان ۲۰۲۰ء کے لیے رجسٹریشن جمعہ سے شروع ہو گیا ہے، اس بار نویں درجہ میں ہی طلبہ و طالبات کا آن لائن رجسٹریشن کرایا جا رہا ہے۔ نویں میں رجسٹریشن کے لیے اسکولوں نے فارم ڈاؤن لوڈ کرنا شروع کر دیا ہے، طلبہ و طالبات سے فارم بھروانے کے بعد اسکولوں کے ذریعہ وہ فارم آن لائن اپ لوڈ کیا جائے گا، بورڈ نے اس کے لیے اسکولوں کو ۶/ دسمبر ۲۰۱۸ء تک کا وقت دیا ہے۔ رجسٹریشن کا عمل ۱۶/ نومبر ۲۰۱۸ء سے جاری ہے۔

بی ایس سی بی میں اسسٹنٹ اور اسسٹنٹ مینیجر کے عہدوں پر ہوگی بحالی

بہار اسٹیٹ کوآپریٹو بینک (بی ایس سی بی) نے اسسٹنٹ کے ۳۲۶ اور اسسٹنٹ مینیجر کے ۱۰۸/ خالی عہدوں کو پر کرنے کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں۔ خواہش مند اہل امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست فارم قبول کرنے کی آخری تاریخ ۲۲/ نومبر ۲۰۱۸ء ہے۔ ان عہدوں پر بحالی کے لیے امیدوار کا کسی بھی سبجیکٹ میں کم از کم گریجوئیٹ ہونا ضروری ہے، ساتھ ہی کمپیوٹر کی معلومات بھی لازمی ہے، کمپیوٹر میں کم از کم ڈپلوما (ڈی سی اے) کا سرٹیفکٹ ہونا چاہئے۔ ایم بی اے امیدوار کو ترجیح دی جائے گی۔ عمر کی حد ۲۱/ سے ۳۳/ سال مقرر ہے۔ دیگر تفصیلات کے لیے ویب سائٹ www.biharbank.bih.nic.in پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

بہار بورڈ سے بارہ ربیع الاول کو چھٹی کے دن سینٹ اپ امتحان نہ لینے کا مطالبہ

بارہ ربیع الاول کو دنیا کی عظیم روحانی شخصیت اور امن عالم کے سب سے بڑے داعی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات کے موقع پر پورے ملک میں سرکاری تعطیل ہوتی ہے، بہار سرکار کے ذریعہ بھی اس دن چھٹی کی جاتی ہے، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات اور سیرت طیبہ پر عمل کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہار اسکول ایگزامنیشن بورڈ نے اس دن میٹرک کے امتحان کے لیے سینٹ اپ امتحان رکھا ہے جو سراسر غلط اور نا انصافی پر مبنی بات ہے۔ بورڈ کو جلد از جلد اپنے پروگرام پر نظر ثانی کر کے نیا شیڈول جاری کرنا چاہئے اور اس دن کے امتحان کو اگلی تاریخ میں منتقل کرنا چاہئے۔ یہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے اپنے پریس کے لیے جاری بیان میں کہیں۔ واضح ہو کہ بہار اسکول ایگزامنیشن بورڈ پٹنہ نے ۲۰۱۹ء میں ہونے والے میٹرک کے امتحان کے لیے ۲۰/ نومبر سے سینٹ اپ امتحان منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے۔ بورڈ کی جانب سے جو شیڈول جاری ہوا ہے، اس میں ۲۱/ نومبر ۲۰۱۸ء کو بھی امتحان ہے، جو کہ اسلامی کیلنڈر کے مطابق ربیع الاول کی بارہویں تاریخ ہے اور اس دن پورے ملک میں سرکاری چھٹی ہوتی ہے، اس کے باوجود بورڈ نے اس دن امتحان رکھ دیا ہے۔ جب کہ ۲۳/ نومبر کو گرو نانک جینتی کے موقع پر چھٹی دی گئی اور اس دن امتحان نہیں رکھ کر ۲۴/ نومبر کو رکھا گیا ہے، جو اچھی بات ہے، مگر افسوس کا مقام ہے کہ دنیا کی سب سے عظیم شخصیت امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات اور اس دن سرکاری تعطیل کا خیال نہ کر کے محکمہ کے افسران نے لاپرواہی کا ثبوت پیش کیا ہے، جو نا انصافی اور عصبیت پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ حکومت بہار، وزیر تعلیم حکومت بہار اور بہار اسکول اگزامنیشن بورڈ کے چیرمین آنند کشور کو خط لکھ کر اس جانب توجہ دلائی ہے اور امتحان کے شیڈول میں نظر ثانی کر کے اس تاریخ کے امتحان کو کسی دوسرے دن منتقل کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مولانا موصوف نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ لاکھوں مسلمان بچے اور بچیاں سینٹ اپ امتحان دینے والے ہیں، اس لیے ان کے جذبات کا بھی خیال رکھنا حکومت کے لیے ضروری ہے، اور جس طرح گرو نانک جینتی کی چھٹی کے دن امتحان نہیں لیا جا رہا ہے۔ اسی طرح بارہ ربیع الاول کی تاریخ میں یعنی ۲۱/ نومبر کو بھی امتحان نہ لیا جائے۔

IGNOU میں ڈپلوما اور سرٹیفکٹ کورسز میں ایڈمیشن شروع

اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (IGNOU) نے جنوری ۲۰۱۹ء سے ہونے والے ڈپلوما اور سرٹیفکٹ کورسز کے لیے ایڈمیشن کی کارروائی شروع کر دی ہے۔ ان کورسز میں ایڈمیشن کے لیے آن لائن اپلائی کر سکتے ہیں۔ خواہش مند طلبہ و طالبات اگنو کی آفیشل ویب سائٹ onlineadmission.ignou.ac.in پر جا کر آن لائن اپلائی کر سکتے ہیں۔ ایڈمیشن کی کارروائی ۵/ نومبر سے جاری ہے اور ۱۵/ جنوری ۲۰۱۹ء تک فارم بھرے جا سکتے ہیں۔ تمام کورسز کے بارے میں ضروری معلومات ویب سائٹ پر دستیاب ہے، طلبہ اپنے پسندیدہ کورس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ ۲۰۱۹ء کے تعلیمی سال کے لیے اگنو ڈیڑھ سو سے زیادہ ڈپلوما اور سرٹیفکٹ کورس آفر کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ دو سال کے بی ایڈ کورس میں داخلہ کے لیے فارم کی آخری تاریخ ۱۵/ نومبر تک تھی۔ (ایجنسی)

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس ⬭ دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798,

نقیب کیلئے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
facebook Page: http//@imaratshariah,
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah,

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید و دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔ (مینیجر نقیب)

...MD ASADULLAH\Downloads\19.11.2018 (1).inp 28-11-2018 17:50 PAGE 9 (1,1)

اپنے اداروں کی حفاظت اور اپنے بزرگوں سے تعلق پیدا کریں

جامعہ رحمانی مونگیر میں منعقد علماء وحفاظ کے اجلاس دستار بندی سے مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ کا خطاب

جامعہ رحمانی مونگیر کا عظیم الشان اجلاس دستار بندی بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوگیا، اس موقعہ پر صدر اجلاس مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر اور علماء ومشائخ کے مبارک ہاتھوں سے ۴۰/ علماء اور ۴۴/ حفاظ طلبہ کے سروں پر دستار فضیلت باندھی گئی، ساتھ ہی دو کتاب کا اجراء بھی عمل میں آیا، ایک کتاب حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ کی سوانح حیات پر تھی، جو ملک کے مشہور علماء ودانشوروں کے مضامین پر مشتمل تحریروں کا مجموعہ تھا، یہ کتاب جناب مولانا عبدالمتین صاحب نعمانی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے پیش کیا، دوسری کتاب مکتوبات رحمانی جلد سوم تھی، جسے مفتی نوید اقبال رحمانی (پونا) نے مرتب کیا ہے، یہ کتاب امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب کے مکاتیب کا مجموعہ ہے، یہ اس کی تیسری جلد ہے، اس سے پہلے دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں، یہ مجموعہ مفید حاشیوں کے ساتھ شائع ہوا ہے، جو دستاویزی حیثیت کا حامل ہے۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے صدر اجلاس مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ نے فرمایا کہ بزرگوں سے تعلق بہت ہی مفید اور کارآمد چیز ہے، اس سے جہاں دلوں کی پاکیزگی، اخلاق کی درستگی اور بہتر انسانیت کی تعمیر ہوتی ہے، وہیں برے وقتوں میں یہ تعلق کام آتا ہے، قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور قطب زماں امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کی اپنے ارادتمندوں کے ساتھ برے وقتوں میں مدد کی مثالیں موجود ہیں، حضرت مونگیری نے خانقاہ رحمانی قائم کی، اور رشد وہدایت کا سامان کیا، جامعہ رحمانی کی بنا ڈالی اور مسلمانوں کے لیے تعلیم کا بہتر نظم کیا، تاکہ مسلمان تعلیم یافتہ ہو، دین سے انکی قربت ہو، اور وہ دین ودنیا دونوں میں سرخرو ہوجائے، یاد رکھئے، یہ دونوں ادارے آپ کے لیے قلعہ کی مانند ہیں، آپ ان اداروں کی حفاظت کیجئے، ان کی تعمیر وترقی میں جم کر حصہ لیجئے، اللہ کی مدد شامل حال ہوئی اور آپ لوگوں نے محنت کی تو تعلیم گاہ، دانشگاہ اور عارف کدہ جیسی عمارتیں بنیں، حضرت امیر شریعت نے کہا کہ آپ خانقاہ آتے ہیں، آپ کے آنے کا مقصد اپنے کو دینی فضا میں رہ کر خود کو دیندار بنانا ہے، اس لیے یہاں آکر اپنا وقت قرآن خوانی، کلمہ خوانی اور ذکر واذکار میں لگائیں۔

اس سے قبل جناب مولانا انیس الرحمان قاسمی ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ خانوادہ رحمانی کا ملک پر بڑا احسان ہے، قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری، امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی سے لے کر موجودہ سجادہ نشیں امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی تک نے ملک وملت کی فلاح کے لیے اپنا سب کچھ لگادیا، آپ جامعہ رحمانی اور خانقاہ رحمانی ہی کو لے لیجئے، تعلیم اور اصلاح کی سمت میں تسلسل کے ساتھ خدمت کا بڑا ریکارڈ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اپنی نسلوں کی تعلیم کا نظم کیجئے، اور انہیں دیندار تعلیم یافتہ بنائیے، آج ہمارے بچے پڑھ رہے ہیں، مگر وہ دین سے دور ہوتے جارہے ہیں، یہ خطرناک بات ہے، صدر مفتی امارت شرعیہ جناب مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی نے علم اور ذکر ہمارے لیے بنیادی چیز ہے، مگر آج ہم دونوں سے دور ہیں، نہ علم کے میدان میں آگے ہیں، نہ ذکر کے میدان میں آگے ہیں، اور اسی لیے سب چیز میں پیچھے ہیں۔
جناب مولانا مفتی محمد اظہر صاحب مظاہری استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر نے کہا کہ جامعہ رحمانی نے تعلیم وتربیت کے میدان میں نمایاں خدمت کی ہے، آج کی دستار بندی کا یہ اجلاس اس کا شہکار ہے، جہاں ۸۲/ علماء وحفاظ کی دستار بندی کی جائے گی۔

اجلاس سے جامعہ رحمانی کے ناظم تعلیمات جناب مولانا محمد خالد صاحب رحمانی، رحمانی فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری جناب مولانا ظفر عبدالرؤف رحمانی نے بھی خطاب کیا، اس موقعہ پر جامعہ رحمانی کے تعلیمی شعبہ الدراسة العربیہ کے طلبہ کی عربی میں علامتی تقریریں بھی ہوئیں، اجلاس کا آغاز جناب قاری نظام الدین صاحب استاذ جامعہ رحمانی کی تلاوت سے ہوا، بہار وجھارکھنڈ کے مشہور نعت خواں جناب مولانا منظر قاسمی رحمانی نے اپنی نعت سے اجلاس میں سماں باندھ دیا۔

مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی (ساؤتھ افریقہ) کا تربیتی ودعوتی خطاب

مولانا عبدالباسط ندوی

سیرت کے موضوع پر انتہائی اہم، عظیم اور شاہکار تصنیف ''سیرۃ النبی ﷺ'' کے مصنف علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے صاحبزادہ محترم مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی مدظلہ کا نام بہت پہلے طالب علمی کے زمانہ سے ہی سنتا رہا، پہلی بار ندوہ کے دور طالبعلمی ہی میں دور سے دیکھنے کا موقع ملا، پھر یہاں پٹنہ میں ابھی اس سفر سے پہلے دوبار شرف ملاقات اور آپ کی گفتگو وخطاب سے بہرہ ور ہوا، اِس بار کچھ زیادہ ہی اس کا موقع ملا، کئی خطاب سننے اور ساتھ بیٹھنے اور بات چیت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی، مزاج میں انتہائی سادگی وتواضع، ہر طرح کے تصنع اور تکلف سے ماوراء، علم وفکر کی وسعت وجامعیت اور مطالعہ کی گہرائی وگیرائی کے ساتھ روحانی کیفیت ودل کی جاذبیت واضح طور پر محسوس ہوئی، اپنی ملت وقوم کے لیے انتہائی فکرمندی ودردمندی ذہن ودماغ میں لیے ہوئے تھے، چنانچہ اس مرتبہ پٹنہ آپ کی آمد ۲۸/ صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۷ نومبر ۲۰۱۸ء روز بدھ کو ہوئی، حج بھون میں قیام ہوا، مغرب بعد حضرت ناظم صاحب امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی کے ہمراہ، ہارون نگر، ان کے عزیز کے گھر جن کے یہاں وہ ایک تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لائے، حاضر ہوا، ملاقات خوشگوار رہی، میں نے ''سیرۃ النبی ﷺ'' جلد ہفتم کا عربی ترجمہ ''الحاکم والحکومة فی ضوء الکتاب والسنة'' خدمت میں پیش کیا، بہت خوش ہوئے، دعائیں دیں، وہ اس کتاب سے ندوہ ہی میں واقف ہوچکے تھے، اسی ملاقات میں ''المعہد العالی'' کے اساتذہ وطلبہ کے درمیان خطاب اور جمعہ کے دن بعد عشاء مسجد میں سیرت کے موضوع پر عوام کے درمیان تقریر کے لیے وقت لے لیا، چنانچہ ۲۹ صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ نومبر ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو امارت شرعیہ ہوتے ہوئے ''المعہد العالی'' تشریف لائے، طلبہ واساتذہ سے خطاب فرمایا، آپ نے یہاں اپنی آمد پر خوشی ومسرت کا اظہار کے ساتھ امارت شرعیہ سے اپنی پرانی وابستگی کا ذکر فرمایا پھر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے انہیں احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچنے کی تلقین کی اور مدرسہ کی تعلیم کو اپنے لیے باعث فخر قرار دینے پر زور دیا، آپ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ آپ کے مدرسہ کی تعلیم کسی اعتبار سے بھی ناقص نہیں ہے کہ اس کی تلافی کے لیے آپ یونیورسٹیوں اور کالجوں کا رخ کریں اور وہاں کے ماحول سے متاثر ہوکر وضع قطع یہاں تک کہ داڑھی وٹوپی سے بھی دست بردار ہوجائیں، سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے طلبہ کو اپنے ماحول اور معاشرہ کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ آپ کی اصل تعلیم یہاں سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہوگی جب آپ مدرسہ کی چہار دیواری سے نکل کر دنیا میں قدم رکھیں گے، اس لیے آپ فارغ ہونے کے بعد بھی اپنے اساتذہ سے تعلق قائم رکھیں اور ان سے مسائل کے حل میں رہنمائی لیتے رہیں، آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تصویر مکمل ہوتی ہے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات سے، آپ کے دل میں جو ایمان ہے اس کا اظہار زبان اور عمل سے ہوتا ہے، عبادات فی نفسہ مقصود نہیں ہیں بلکہ ہر عبادت کا ایک خاص مقصد ہے جس کے لیے وہ عبادت فرض کی گئی ہے، نماز کے سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا: ان الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر، (سورہ العنکبوت: ۴۵) نماز منکرات اور فحش کاموں سے روک دیتی ہے، تو اصل نماز کا مقصد یہ ہوا، اب ہمیں غور کرنا چاہیے کہ مسجد میں نماز ادا کی اور اب مسجد سے نکل کر باہر کی دنیا میں اس نماز کے اثرات ہماری زندگی میں ہیں یا نہیں؟ اسی طرح روزہ کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون (سورہ البقرہ: ۱۸۳) کہ تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے تاکہ تم متقی بن جاؤ، اسی طرح زکوۃ اور حج کے مقاصد بیان کیے گئے ہیں، آپ نے قول وعمل میں تضاد سے بچنے، قرآن پاک سے اپنی وابستگی مضبوط کرنے، اپنے علم پر عمل کرنے اور اپنے علم کے سلسلہ میں اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس رکھنے، فقہی جزئیات میں وسعت سے کام لینے، قضا کے معاملہ میں مسالک سے اوپر اٹھ کر ہر مسئلہ کو ممکن حد تک حل کرنے کی کوشش کرنے، فتوی دینے میں احتیاط برتنے اور انتشار سے بچنے، موجودہ حالات میں انگریزی زبان سیکھنے وغیرہ کی طرف اپنے اس خطاب میں تفصیل کے ساتھ توجہ دلائی، آپ نے اخیر میں فرمایا کہ دنیا کو آپ (یعنی اہل مدارس) سے ہی توقع ہے، آپ ہی ان کو راہ راست پر لاسکتے ہیں، مگر اس کے لیے شرط ہے کہ آپ خود راہ راست پر آجائیں، اپنے علم وعمل اور تمام معاملات میں اللہ کے سامنے جواب دہی کا استحضار رکھیں، ہمارے حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کا سادہ سا یہ شعر ہمیشہ پیش نظر رہے۔

جو کرتے ہو تم چھپ کے اہل جہاں سے　　　کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

اس کے بعد المعہد العالی کے میٹینگ روم میں دیر تک تشریف فرما رہے اور مختلف موضوعات پر اساتذہ المعہد العالی سے بات چیت ہوتی رہی، زبان کے تعلق سے اس بات کا اظہار فرمایا کہ ترکی میں جمال اتاترک نے جب ترکی زبان کے رسم الخط کو عربی سے بدل کر انگریزی کردیا تو وہاں کی قوم بیک وقت اپنے ورثہ سے محروم ہوگئی، اور رسم الخط عربی ہونے کی وجہ سے عربی کے جو اصطلاحات تھے وہ سب ختم کردیے گئے، آپ نے بنگلہ دیش کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے وہاں تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنگلہ دیش کی زبان کا رسم الخط بھی عربی تھا جس پر وہاں کے لوگ کافی ناراض ہوگئے تھے، دوران گفتگو آپ نے اخلاص وللّٰہیت کی طرف خاص توجہ دلائی، فرمایا اتحاد واتفاق کی بنیاد تواضع وانکساری ہے، آپ نے اپنے والد ماجد کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری اور ان سے نصیحت کی درخواست پر ان کا یہ کہنا کہ اس راہ میں ''فنائیت'' ہے جس سے سید صاحب کی آنکھیں زار وقطار ہوگئیں کا بھی ذکر فرمایا، ظہرانہ وظہر کے بعد مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم سے ملاقات کرنے کے لیے امارت شرعیہ گئے اور مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا پھر اپنی قیام گاہ حج بھون واپس ہوگئے۔

جمعہ کے دن حج بھون کی مسجد میں جہاں تعلیم یافتہ طبقہ اور مسلم افسران کی ایک بڑی تعداد جمع ہوتی ہے آپ کا خطاب ہوا، جمعہ کی شام عشاء کی نماز کے بعد المعہد العالی سے متصل مسجد ام خالد الفرہود قاضی نگر، پھلواری شریف میں سیرت کے موضوع پر ایک پروگرام ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں آپ کا تقریبا پون گھنٹہ کا جامع وپرمغز خطاب ہوا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعوی تو ہم میں سے ہر شخص کرتا ہے حتی کہ اگر کسی کے ماں باپ کو کوئی گالیاں دے دے تو ممکن ہے وہ اسے برداشت کرلے مگر رسول اللہ ﷺ کی شان میں ادنی سی گستاخی بھی ناقابل برداشت ہے، لیکن کیا صرف یہ محبت کا دعوی اور زبانی جمع خرچ کافی ہے؟ نہیں، بلکہ محبت کا اصل تقاضہ آپ ﷺ کے قول وعمل کو اپنی زندگی میں لانا ہے، ان پر عمل کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: من يطع الرسول فقد اطاع الله (سورہ النساء: ۸۰) (جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالی کی اطاعت کی)، اس لیے عملی طور پر اپنے معاشرہ وسماج میں آپ ﷺ کی سیرت کو اپنانا ہی آپ ﷺ سے محبت کی اصل بنیاد ہے، (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

s\MD ASADULLAH\Downloads\19.11.2018 (1).inp 28-11-2018 17:51 PAGE 10 (1,1)

بقیات

بقیہ ماہ ربیع الاول اور مسلمانوں کا طرز عمل .... کیاموت اور ہلا کی کواس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور روح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی اگر وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے۔

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ہو جس نے اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشوں کی غلامی، ماسوائے اللہ رشتوں کی غلامی، اور غیر الٰہی طاقتوں کی غلامی کی زنجیروں سے اپنی گردن کو چھپا دیا ہے۔ تم پتھروں کا ایک ڈھیر ہو جو نہ تو خود ہل سکتا ہے اور نہ اس میں جان اور روح ہے، البتہ چور چور ہوسکتا ہے اور ایک دوسرے پر پٹکا جا سکتا ہے۔ تم غبار راہ کی ایک مشت ہو جس کو ہوا اڑا لے جائے تو اڑ سکتی ہے ورنہ وہ خود صرف اس لئے ہے تا کہ ٹھوکروں سے روندی جائے اور جولان قدم سے پامال کی جائے۔

پھر اے غفلت کی ہستیو، اور اے بے خبری کی سرگشتہ خراب روحو! تم کس منہ سے اس کی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو جو حریت انسانی کی بخشش، حیاتِ روحی ومعنوی کے عطیہ، اور کامرانی وفیروزمندی کی خسروی وملوکی کے لئے آیا تھا؟

اللہ اللہ! غفلت کی نیرنگی اور انقلاب کی بوقلمونی! ماسویٰ اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت و مرعوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالی، اور اعمالِ حقہ وحسنہ کی روشنی سے روح محروم! ان سامانوں اور تیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوئے ہو کہ ربیع الاول کے آنے والے کی یاد کا جشن مناؤ، جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الٰہی عبودیت کی ہلاکت، حریتِ صادقہ کا اعلانِ حق، عدالتِ حقہ کی ملوکیت کی بشارت، اور امتِ عادلہ وقائمہ کے تمکن وقیام کی بنیاد تھا! فَمَا لِهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا

پس اے غفلت شعارانِ ملت! تمہاری غفلت پر صد فغاں وحسرت، اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہِ مبارک کی اصلی عظمت وحقیقت سے بے خبر رہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، در و دیوار کی آرائشوں، اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد و یادگاری کو گم کر دو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ماہِ مبارک امتِ مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی بادشاہت کے قیام کا اولین اعلان، خلافتِ ارضی و وراثتِ الٰہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے۔ پس اس کے آنے کی خوشی اور اس کے تذکرہ ویاد کی لذت ہر اس شخص کی روح پر حرام ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الٰہی کی تعمیل واطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کے لئے کوئی نمونہ نہیں رکھتا۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهُ، أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ

بقیہ مولانا مناظر احسن گیلانی .... حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرمایا کرتے تھے سیرت کی لائبریری میں اردو تو کیا عربی ذخیرے میں بھی ایسی کتاب نہیں ہے۔ مولانا شاہ معین الدین احمد نے لکھا ہے کہ ''وہ اپنے اوصاف وکمالات میں علماء سلف کی یادگار اور علوم کی جامعیت، ذہانت وذکاوت، دین وتقویٰ اور اخلاق وسیرت میں اس دور میں یگانہ تھے، جملہ اسلامی علوم وفنون میں ان کی نگاہ نہایت وسیع اور اس کی ہر شاخ میں ان کے قلم وزبان کی روانی یکساں تھی، اپنی ذہانت وطباعی سے ایسے ایسے گوشوں سے معلومات وسائل کا استنباط اور معمولی معمولی باتوں میں ایسے ایسے لطائف ونکات پیدا کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی... ان کا نکتہ آفریں دماغ اور مواج قلم جدھر رخ کر دیتا تھا، تحریر کا دریا بہا دیتا تھا۔ (متاع رفتگاں ۶۹)

اصلاحی تعلق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے تھا، اس تعلق نے مولانا کی ذات میں فقر وغنا کا جوہر پیدا کر دیا تھا، یہ فقر اضطراری نہیں، اختیاری تھا، مولانا کو کتابوں کے اقتباسات بہت یاد رہتے تھے، لیکن ضرورت کی ذاتی چیزوں میں بڑی لاپرواہی پائی جاتی تھی، اس لیے سفر میں عموماً ان کا سامان غائب ہو جاتا تھا، سامان کا مطلب صرف اٹیچی اور بریف کیس نہیں، شیروانی، ٹوپی، جوتے تک غائب ہو جاتے، مولانا اپنے معاملہ میں جتنے لاپرواہ تھے عزیز واقربا کے حقوق کی ادائیگی میں اسی قدر مستعد اور چاق وچوبند رہا کرتے تھے، معاصرین میں مولانا محمد علی جوہر، علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا منظور احمد نعمانی سے قلبی تعلق تھا، مولانا عبدالباری ندوی تو یار غار ہی تھے، مولانا کی نثر جس قدر عمدہ تھی، شاعری بھی ان کی ممتاز تھی، ان کی نعت اور مرثیے خاص طور پر اپنی اثر آفرینی کے لیے ادبی دنیا میں ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے اس ضمن میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا سید سلیمان ندوی پر لکھے گیے مرثیہ کو خاص طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے۔

بقیہ حضرت مولانا سلمان ندوی .... انہوں نے ایک اہم امر کی جانب توجہ دلائی جس سے عام لوگ غافل رہتے ہیں، آپ نے کہا کہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ، یہ صرف ایک تقریر ہی نہیں، بلکہ پوری زندگی کا نچوڑ اور لب لباب ہے، اس لیے اس کا باضابطہ درس ہونا چاہیے، اسی طرح انہوں نے اپنی زندگی میں اسلام کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے چار سورتوں (سورہ توبہ، سورہ نور، سوہ راحزاب اور سورہ حجرات) کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی، کہ کم از کم ان چار سورتوں کو اچھی طرح سمجھ کر ہم میں سے ہر ایک مرد ہو یا عورت عمل میں لانے کی ضرور کوشش کرے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سیرت کا ایک بڑا ذخیرہ اور اکثر وبیشتر سرمایہ اردو زبان میں ہے اور افسوس کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اردو سے ہمارا تعلق دن بدن کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے، ہم اپنی اس زبان سے دور ہوتے جا رہے ہیں، ہمارے اکثر گھروں میں اردو کے بجائے ھندی یا انگریزی کے اخبارات آتے ہیں، ہمیں اردو زبان کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، آپ نے کہا کہ زبان اپنے ساتھ تہذیب وتمدن بھی لاتی ہے، اس لیے ہندی زبان ہندی تہذیب، اور انگریزی زبان انگریزی تہذیب لے آتی ہے، ہمارے گھروں میں یہ تہذیب وتمدن زبان کے ذریعہ داخل ہو رہی ہے جس سے ہمیں بچنے کا حکم ہے، آپ نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ اگر یہی حال ہمارا رہا تو مستقبل میں ہمارے بچے بچیوں کا کیا ہوگا؟ کیا وہ دین پر قائم رہ سکیں گے یا نہیں؟ ہمیں اس کی بھی فکر کرنے کی ضرورت ہے بلکہ ہمارا فرض ہے کہ اپنی اولاد کے دین کی فکر کریں اور ان کو اس دنیا میں ایک مسلمان بنا کر زندگی گزارنے کی تربیت دیں۔

اتوار کو عصر بعد حج بھون جہاں آپ کا قیام تھا حاضری ہوئی اور مغرب سے پہلے ملاقات وگفتگو کا شرف حاصل ہوا جس میں انہوں نے دل کی روحانیت وکیفیت پر خاص توجہ دینے کی نصیحت فرمائی، مغرب بعد حج بھون ہی کی مسجد میں عصری علوم کے ان طلبہ سے خطاب فرمایا جو وہاں مختلف شعبہ میں ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں، ان طلبہ کے علاوہ حج بھون کے ذمہ داران وعملہ اور بعض افسران بھی موجود تھے، ان طلبہ کی مناسبت سے آپ نے ان کو خاص نصیحتیں فرمائیں اور ہر شعبہ زندگی میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے زندگی گزارنے اور اپنے شعبہ میں ایک مسلم ہونے کی حیثیت سے حلال وحرام کی تمیز رکھنے پر زور دیا، انہوں نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب انگریز کے زمانہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے، ان کے انگریز کلکٹر نے ایک میٹنگ رکھی اور ایسے وقت میں رکھی کہ مغرب کی نماز کا وقت تھا، اگر وہ نماز پڑھتے تو میٹنگ چھوٹتی اور میٹنگ میں شرکت کرتے تو نماز جاتی، انہوں نے فیصلہ کیا کہ نماز پڑھوں گا پھر میٹنگ میں جاؤں گا، چنانچہ انہوں نے نماز پڑھی اور نماز سے مکمل فارغ ہو کر میٹنگ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ کلکٹر کرسی پر بیٹھا انتظار کر رہا ہے اور میٹنگ شروع نہیں کی، یہ وہ دور تھا کہ صرف انگریز افسر کے لیے کرسی ہوتی باقی لوگ کھڑے رہتے، ان کے پہونچتے ہی ایک اور کرسی منگوائی اور اس پر انہیں بیٹھایا پھر میٹنگ شروع ہوئی، آپ نے فرمایا کہ اپنے دین پر عمل کرنے میں لوگوں کے درمیان بھی عزت ملتی ہے، یہاں انہیں اتنی عزت ملی کہ میٹنگ اس وقت تک شروع نہیں ہوئی جب تک وہ نماز سے فارغ ہو کر آنہیں گئے، انہوں نے طلبہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب کھیل کود میں کوچ (رہنما) کی اہمیت ہے تو اپنی دینی زندگی میں کوچ کی کیوں اہمیت نہیں ہوگی؟ آپ لوگ دینی امور میں بھی کسی کو اپنا کوچ بنائیں اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالی نے فرمایا: یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (سورہ توبہ :۱۱۹) (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کی صحبت اختیار کرو)۔ آپ نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ دین کو پڑھنے کے ساتھ سیکھنے کی کوشش کریں، کہ دین اصلاً سیکھنے ہی کی چیز ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے دین کو باقاعدہ عملی طور پر سیکھا تھا اور سیکھنے کے لیے سکھانے والے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے کسی کو اپنا کوچ (رہنما) بنا کر اس سے سیکھیں اور اس سے تعلق رکھیں اللہ تعالی نے کتاب قرآن کریم کے ساتھ رسول ﷺ کو اسی لیے بھیجا کہ وہ لوگوں کو دین عملی طور پر سکھائیں، انہیں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے بقاودوام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے والد ماجد علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا یہ شعر بھی گوش گزار کیا

حیاتِ دوروزہ کا کیا عیش وغم — سفر کا بھی کیا جیسے تیسے رہے
ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے — وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

بار بار توبہ کرتے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ توبہ دراصل اپنے مالک وخالق کی طرف لوٹ کر واپس آجانے کا نام ہے، پھر اپنے والد رحمہ اللہ کا یہ شعر پڑھا۔

توبہ گن گن کے نہ کر دانۂ تسبیح پہ اے شیخ — جرم ہے متناہی، لامتناہی توبہ

آپ نے اپنے اس خطاب میں اسلام وایمان کے فرق کو واضح فرمایا، آپ نے فرمایا کہ ظاہری تابعداری کے ساتھ اپنے دل کی کیفیت اور اس کو اللہ ورسول ﷺ کی مکمل اطاعت پر لگائے رکھنے کی فکر کیجیے، حضور اکرم ﷺ کے دور میں منافقین بھی نماز وجماعت میں شریک ہوتے تھے مگر وہ دل سے نہیں، محض ظاہر سے، آپ اپنے دل کو ٹٹولتے رہیے اور دلی جذبہ اور اندر کی کیفیت سے دین پر عمل کرنے کی کوشش کیجیے، آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علی گڑھ سے ایک صاحب نے میرے والد کو خط لکھا کہ یہاں گرمی بہت پڑتی ہے اس لیے کیا سر پر ہیٹ (انگریزی ٹوپی) لگا سکتا ہوں، والد صاحب (علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ) نے جواب دیا کہ بس سر پر ہی لگائیے گا دل پر نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کبھی لباس وپوشاک میں ظاہری طور پر کچھ اختیار کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے ظاہر ہی تک رہنے دیا جائے، دل کی کیفیت پر کوئی اثر نہ پڑے۔

آپ نے ان طلبہ کو علماء سے جڑے رہنے کی تلقین فرمائی اور موبائل کے ذریعہ گوگل پر سرچ کر کے دینی سوالات کے جوابات معلوم کرنے سے پرہیز کرنے کی ہدایت دی، آپ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر کون جواب دے رہا ہے کوئی قادیانی ہے؟ یا یہودی؟ یا سنی یا شیعہ؟ اور کس پس منظر میں اس کا یہ جواب ہے اس لیے ہمیشہ ہمیں اپنے علماء ہی سے پوچھ کر عمل کرنا چاہیے، آپ نے ان طلبہ کو اردو زبان سیکھنے اور پڑھنے لکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

تنخصی ملاقات کی گفتگو میں انہوں نے والد ماجد علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہیں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اعزازی طور پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دینے کی پیش کش کی گئی، والد صاحبؒ نے حضرت تھانوی کو لکھا کہ مسلم یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی پیش کش کی ہے میں نے اس سلسلہ میں اپنے دل کو ٹٹولا تو الحمدللہ قطعاً اس کی نہ ضرورت محسوس ہوئی نہ کوئی خواہش، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ آپ اس کو ضرور قبول فرمائیں تا کہ دینی علوم حاصل کرنے والوں کی اہمیت عصری علوم حاصل کرنے والوں کی نگاہ میں بڑھے، چنانچہ وہ ڈاکٹریٹ کی یہ اعزازی ڈگری قبول کرنے پر آمادہ ہوئے اور فرمایا کہ جب مجھے یہ ڈگری دی جا رہی تھی اور اس کے لوازمات گاؤن وغیرہ پہنائے جا رہے تھے تو میرے دل میں اس سلسلہ میں الحمدللہ کسی طرح کا کوئی ترفع یا اعزاز کا جذبہ محسوس نہیں ہوا، چنانچہ انہوں نے کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر نہیں لکھا، ہم میں سے بہت سے لوگ اس کو جانتے بھی نہیں۔ مولانا سید سلمان ندوی صاحب نے فرمایا کہ میں بھی کبھی خود سے اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر یا پروفیسر نہیں لکھتا ہوں اور نہ یہ سب پسند کرتا ہوں، ویزیٹنگ کارڈ پر جو عہدہ لکھا ہوا ہے وہ ضرورۃً تعارف کی غرض سے ہے۔

ڈاکٹر مولانا سید سلمان ندوی دامت برکاتہم اپنے وقت کے ایک بڑے عالم ومفکر ہیں اور والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دوسرے علوم کے ساتھ خاص طور سے سیرت کے موضوع پر کافی درک وکمال رکھتے ہیں، ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے ہی حاصل کی پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۶ء میں عالمیت سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد والد ماجد کے ساتھ بھوپال منتقل ہوگئے اور بھوپال ہی میں رہ کر مولا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی سے فقہ، مولانا یوسف بنوری سے حدیث اور والد ماجد سے تفسیر کی تکمیل کی، پاکستان منتقل ہونے کے بعد مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے میٹرک، انٹر، بی اے اور ایم اے کی تعلیم مکمل کی اور ۱۹۷۲ء میں امریکہ کی یونیورسٹی آف شکاگو سے اسلامک اسٹڈیز میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۷۳ء میں جنوبی افریقہ کی ڈربن یونیورسٹی میں شعبہ مطالعہ اسلامی کے پروفیسر اور چیر میں مقرر ہوئے اور پھر اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے، اسی کے ساتھ آپ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں محاضر کی حیثیت سے اور سیمنار میں شرکت کی غرض سے سفر کرتے رہتے ہیں۔

زبان دانی کے لحاظ سے مادری زبان اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی، جرمنی، فرنچ اور ہسپانوی زبانوں پر بھی آپ کو قدرت حاصل ہے، متعدد کتابیں اور بے شمار مقالات ومضامین آپ کے قلم سے نکل کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

اللہ تعالی نے قلبی وروحانی کیفیات سے بھی نوازا ہے، اس تعلق سے آپ نے اپنا رشتہ اولاً حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا مسیح اللہ خاں جلال آبادی رحمہ اللہ سے قائم فرمایا، پھر ان کے وصال کے بعد حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ سے رجوع ہوئے، اللہ تعالی آپ کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے، ہم لوگوں کو آپ سے بار بار استفادہ کی توفیق دیتا رہے اور زیارت وملاقات کے شرف سے نوازتا رہے آمین **وماذلک علی اللہ بعزیز۔**

ملی سرگرمیاں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو عام کرنے کی ضرورت

قاضی نگر پھلواری شریف پٹنہ کی مسجد میں اجلاس سیرت میں علمائے کرام کا خطاب

رپورٹ مولانا روح الامین قاسمی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے زیر اہتمام قاضی نگر پھلواری شریف پٹنہ کی ''مسجد ام خالد الفرھود'' میں سیرت نبوی کا افتتاحی اجلاس مؤرخہ ۹؍نومبر ۲۰۱۸ء، روز جمعہ بعد نماز عشاء زیر صدارت حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ منعقد ہوا، جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے صاحب ''سیرت النبی'' کے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے اپنے پرمغز خطاب میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعوی تو ہم میں ہر شخص کرتا ہے حتی کہ اگر کسی کے ماں باپ کو کوئی گالیاں دے دے تو ممکن ہے وہ اسے برداشت کرلے مگر رسول اللہ ﷺ کی شان میں ادنی سی گستاخی بھی ناقابل برداشت ہے، لیکن کیا صرف یہ محبت کا دعوی اور زبانی جمع خرچ کافی ہے؟ نہیں، بلکہ محبت کا اصل تقاضہ آپ ﷺ کے قول وعمل کو اپنی زندگی میں لانا ہے، ان پر عمل کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (سورہ النساء:۸۰) (جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالی کی اطاعت کی)، اس لیے عملی طور پر اپنے معاشرہ وسماج میں آپ ﷺ کی سیرت کو اپنانا ہی آپ ﷺ سے محبت کی اصل بنیاد ہے، انہوں نے ایک اہم امر کی جانب توجہ دلائی جس سے عام لوگ غافل رہتے ہیں، آپ نے کہا کہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ، یہ صرف ایک تقریر ہی نہیں، بلکہ پوری زندگی کا نچوڑ اور لب لباب ہے، اس لیے اس کا باضابطہ درس ہونا چاہیے، اسی طرح انہوں نے اپنی زندگی میں اسلام کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے چار سورتوں (سورہ توبہ، سورہ نور، سوہ راحزاب اور سورہ حجرات) کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی، کہ کم از کم ان چار سورتوں کو اچھی طرح سمجھ کر ہم میں سے ہر ایک کو مرد ہو یا عورت عمل میں لانے کی ضرور کوشش کرے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سیرت کا ایک بڑا ذخیرہ اور اکثر و بیشتر سرمایہ اردو زبان میں ہے اور افسوس کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اردو سے ہمارا تعلق دن بدن کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے، ہم اپنی اس زبان سے دور ہوتے جا رہے ہیں، ہمارے اکثر گھروں مین اردو کی بجائے ھندی یا انگریزی کے اخبارات آتے ہیں، ہمیں اردو زبان کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اجلاس کا اختتام حضرت ناظم صاحب کی دعا پر ہوا۔

پہلی نشست: (۱۰؍نومبر ۲۰۱۸ء) ''بعثت نبوی سے قبل آپ ؐ کی زندگی'' کے عنوان پر حضرت مولانا نور الحق رحمانی استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ نبی امی کی زندگی کا ہر گوشہ حتی کہ نبوت سے پہلے کے بھی واقعات بھی قابل اتباع ہیں؛ کیونکہ آپ نیکی، خوش اخلاقی، ایفائے عہد، سچائی میں اپنی مثال آپ تھے؛ اسی وجہ سے آپ پورے عرب میں امین وصادق، انصاف پرور جیسے القاب سے مشہور تھے، انہیں اوصاف سے متأثر ہوکر اور عملا ان کا مشاہدہ کرکے شریف خندان کی ایک نیک عورت نے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام دیا جو اس سے قبل شرفائے کے پیغامات کو مسترد کرچکی تھی، اور آپ نے اسے قبول کرتے ہوئے پچیس سال کی عمر میں ایک پچاس سالہ خاتون حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ کو ظلم، مار کاٹ، لوٹ پاٹ، دنگا فساد سے ہمیشہ نفرت رہی ہے اور اس تیئں مسلسل غملین ومتفکر رہتے تھے کہ انہیں کیسے ختم کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے مکہ کے چند نیک مزاج لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک کمیٹی بنائی، اور سبھوں نے معاہدہ کیا کہ ہم سب مل کر ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور مظلوموں کی مدد کریں گے، اتفاق سے ان معاہدین میں کئے صاحب فضل ''فضل'' بھی تھے اس لئے اس معاہدہ کا نام ''حلف الفضول'' (فضل والوں کا معاہدہ) قرار پایا۔ اسی خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کے لئے جنگ جدال بازار اس گرم ہوگیا تھا کہ ہر طرف تلواریں نکل گئیں تھی، مگر آپ نے اپنی حسن بصیرت سے اس کا خاتمہ کیا۔

دوسری نشست: (۱۱؍نومبر ۲۰۱۸ء) ''پیغمبر اسلام ؐ بحیثیت رحمت للعالمین'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نے کہا کہ ہمارے نبی ؐ صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ سارا جہاں، جاندار و غیر جاندار، جمادات و نباتات، شجر و حجر، دشت و جبل، بر و بحر، کالے گورے، عرب و عجم، امیر و غریب، مرد و عورت، اپنے پرائے، سبھوں کے لئے سراپا رحمت تھے۔

آپ ؐ کا دنیا میں اس وقت ظہور ہوا جب دنیا میں ہر طرف ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا، انسان جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزار رہا تھا، انسانیت سسک رہی تھی، ایسے ناگفتہ بہ حالت میں آپ ؐ نے سسکتی ہوئی انسانیت کو عزت وشرف بخشا اور تکریم انسانی کا درس دیا، حتی کہ اپنے بدخواہوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی رحمت کا معاملہ کیا، جنہوں نے آپ کے راہوں میں کانٹے، کچرے ڈالے اور آپ ؐ کو خون سے لہو لہان کردیا، ان کے لئے بھی آپ نے ودعاؤں ورحمتوں کے پھول برسائے، بدر و فتح مکہ کے موقعہ پر معاندین نے بھی اس کا بھرپور مشاہدہ کیا۔

عورتیں جو ایک ''چیز'' سمجھی جاتی تھیں ان کو اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ ان کے قدموں تلے اور حسن پرورش پر دخول جنت کا وعدہ کیا۔ بیوہ، بیویکو عملا ان کا حق دیکر ہمت افزائی فرمائی، غلام و باندی کو برابری کا درجہ دیا اور ان کے پروانہ آزادی کیلئے بہت سے حیلے بتائے، یتیموں اور بچوں پر بھی آپ نے دست شفقت رکھا۔

آپ کی رحمت جانوروں پر بھی تھی کہ بلاوجہ ان کو ستانے اور مارنے سے منع کیا او بوقت ضرورت اچھی طرح ذبح کرنے کا حکم دیا، حتی کہ پیاسا کتا کو پانی پلانے پر جنت کا وعدہ، اور بلی کو بلاوجہ اذیت دینے پر جہنم کی وعید بھی سنائی۔

تیسری نشست (:۱۲؍نومبر ۲۰۱۸ء) مفتی امارت شرعیہ مولانا سعید الرحمٰن قاسمی نے ''پیغمبر اسلام اور پڑوسیوں کے حقوق'' پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ کہا کہ آج ہم میں کا ہر شخص اپنے حقوق کا طالب ہے، والدین اپنے بچوں سے، اولاد اپنے والدین سے، مالک اپنے ملازم سے، ملازم اپنے مالک سے، اسی طرح پڑوسی پڑوسی سے حقوق کا طلبگار ہے مگر کوئی دوسرے کا حق دینے کو تیار نہیں۔ انہیں میں سے ایک حق پڑوسیوں کا بھی ہے، شریعت اسلامی میں اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کو ایمان کا جزء، دخول جنت کی شرط اور عشق رسول کا معیار قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی ہے: ''وہ بندہ جنت میں نہیں جائے گا، جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ رہے''۔ اور ''وہ شخص سچا مومن ہو ہی نہیں سکتا، جو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے''۔ اس بارے میں اتنی تاکید آئی ہے قریب تھا کہ ان کو وراثت کا حقدار بنا دیا جاتا، لہٰذا اگر کوئی پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی و رواداری بغیر سچا مسلمان ہونے کا دعوی کرے، تو وہ جھوٹا ہے۔

واضح رہے پڑوسی میں مسلم غیر مسلم سب برابر ہیں، اگر رامو، ٹھاکر (غیر مسلم) کا گھر یا دکان آپ کے برابر میں ہے، تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، ہمارے نبی ؐ نے تو اپنے دشمن کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا ہے۔ اس لئے یہ دھوکا نہ کھائیں کہ غیر مسلم ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک پر ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ آپ کے حسن سلوک کی وجہ سے وہ اسلام کے قریب بھی ہوجائے؛ کیونکہ اسلام اسی طرح کے اخلاق کی وجہ سے پھیلا ہے، اور پھر اگر اس کا خیال رکھیں تو کبھی فتنہ وفساد ہوگا ہی نہیں، ایسے بہت سارے واقعات ہیں، یاد رکھیں ایک مسلمان ڈاکٹر کا نصف شب میں غیر مسلم کی تیمارداری کے لئے جانا، اس کے حق میں تہجد کی نماز سے بہتر ہے۔

مگر افسوس! ہم مسلمان، رسول ؐ کی اس تعلیم سے کوسوں دور ہیں، ہم اپنے گھروں اور کوٹھوں میں بند، پڑوسی کی مصیبت وغم سے بالکل بے خبر رہتے ہیں، اس لئے ہمیں خود اپنا جائزہ لینا چاہئے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے تا کہ تعلیمات اسلامی عام ہوں، فتنہ فساد کا قلع قمع ہو، اور ہم خدا کے یہاں اجر وثواب کے بھی مستحق ہوں۔

چوتھی نشست: (۱۳؍نومبر ۲۰۱۸ء) المعہد العالی امارت شرعیہ کے سکریٹری حضرت مولانا عبد الباسط ندوی نے ''پیغمبر اسلام اور تعلیم'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا اللہ نے امی لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینے کیلئے انہیں میں کا ایک امی رسول بھیجا، یہ سلسلہ تعلیم اول انسان اور اول نبوت سے ہی جاری ہے، اللہ نے آدم کو اکٹھا قیامت تک آنے والے تمام بنو آدم کا علم دیدیا، جب آخری نبی تشریف لائے تو ان کی سب پہلی وحی بھی ''علم بالقلم'' دے کر یہ بتایا کہ یہ امت پڑھی اور لکھی ہوگی۔

علم، لوگوں کی ضروریات جاننے کا نام ہے، خواہ دینی ہو یا دنیوی، بشرطیکہ خدا سے جڑ کر ہو، نبی ﷺ نے حضرت زید کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ ''اعدوا لھم ما استطعتم'' کے تحت ہتھیار سازی کا علم، ''لکل داء دواء'' کے تحت میڈیکل کا علم فرض کفایہ ہے، لیکن عقائد واعمال، طہارت ونماز اور دیگر اعمال کا علم فرض عین ہے، آج ہم نے اپنی سوچ کو دنیا ہی تک محدود کرلیا، آخرت کے بارے میں سوچتے ہی نہیں، جبکہ ہمارے پاس حواس وعقل کے سوا ''وحی'' ایک ایسا ذریعہ علم ہے جو اغلاط سے پاک، انتہائی معتمد ومتیقن اور صحیح ودرست ہے۔

علم فکر کو ابھارتا ہے مگر ہم نے اسے معاش سے جوڑ کر ذریعہ معاش بنالیا، اور اس کیلئے وہ راستے اختیار کئے جو ہمیں خدا سے دور کردے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری تہذیب ثقافت، لباس وچال، رہن سہن، سب بدلنے لگا، حالانکہ علم کا تہذیب وثقافت سے کوئی تعلق نہیں تھا، لہٰذا اب یہ علم خالص دنیوی ہوکر رہ گیا، اس لئے کہ اس کا رشتہ خدا سے کٹ چکا ہے، اب ہمارے نوجوان، خاص طور تعلیم یافتہ نوجوان دین واسلام سے کافی دور ہوتے جارہے ہیں، ہمیں اپنے بچوں، بچیوں اور امت کی نئی نسل کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

پانچویں نشست: (۱۴؍نومبر ۲۰۱۸ء) ''اسلام امن وسلامتی کا مذہب'' کے موضوع پر امارت شرعیہ کے نائب ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا اسلام کا معنیٰ ہی ہے امن وسکون، نبی محمد ﷺ کا نام لیتے ہی ذہن سیدھا امن وسکون کی جانب جاتا ہے، تعلیمات اسلامی کا نچوڑ وخلاصہ ''امن'' ہے، اسلام کے مزاج میں امن وسکون ہے، حدیث میں ہے: ''سچا مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ وزبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے''۔

آج ہر شخص اپنی ذات سے لیکر دنیا تک امن کا طالب ہے لیکن صرف امن امن کرنے سے سکون نہیں آئے گا بلکہ اس کی بنیاد پر کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے دل کے سکون کی تعلیم دی ''سنو اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون ملتا ہے''، جب دل پرامن رہے گا تو دماغ کی سوچ بھی صحیح ہوگی، ورنہ سارے فسادات یہیں سے جنم لیں گے۔ گھر کے سکون کا طریقہ یہ ہیکہ، ہر فرد کے حقوق ادا کئے جائیں، کیونکہ فساد کا سب سے بڑا سبب حق تلفی ہے، گھر میں اور گھر سے باہر سلام کو رواج دیا جائے، خاص کر گھر میں داخل ہوتے وقت، ایثار و ہمدردی سے کام لیا جائے۔ جب گھروں میں اس طرح اولاد کی تربیت ہوگی تو اس سے محلّہ، سماج، خاندان، شہر اور ملک و دنیا میں امن سکون آئے گا۔

یہ ہے اسلامی تعلیم کا مختصر خاکہ، مگر آج منصوبہ بند طریقہ سے ''جھوٹ کو اتنا بولو کہ سچ لگنے لگے'' کے فارمولہ کے تحت اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، جبکہ بالکل صاف صاف قرآن کا اعلان ہے: ''روئے زمین پر نبی کے ذریعہ اصلاح کے بعد فساد مت برپا کرو''۔

واضح رہے یہ اجلاس ۹؍نومبر سے جاری ہے، اور ۱۲؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مؤرخہ ۲۱؍نومبر ۲۰۱۸ء روز بدھ تک جاری رہے گا، اور مختلف علما کرام لوگوں کو سیرت نبوی سے روشناس کراتے رہیں گے۔ اختتامی نشست کی صدارت حضرت ناظم صاحب فرمائیں گے۔ اس لئے آپ حضرات ان پروگراموں میں شریک ہوکر اپنی دینی بیداری، ایمانی غیرت وحمیت کا ثبوت دیں تا کہ حیات طیبہ کو اپنی زندگی میں داخل کرکے دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی حاصل کرسکیں۔

Volume:56/66,Issue:45 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

بلغ العلیٰ بکمالہٖ ☆☆ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ ☆☆ صلّوا علیہ و آلہٖ
(شیخ سعدیؒ)

مخلوط نظام تعلیم اور اس کے مفاسد

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

آج کل تعلیم نے بھی چونکہ بزنس اور تجارت کی صورت اختیار کرلی ہے؛اس لیے جب اسکولوں میں داخلہ کا وقت آتا ہے تو خالص تاجرانہ انداز پر داخلہ کے لیے تشہیر کی جاتی ہے، بڑے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں اور سرپرستوں کو لبھانے کے لیے طرح طرح کی باتیں کہی جاتی ہیں،انگریزی زبان اور بول چال کی صلاحیت،عصری وسائل کی فراہمی، باصلاحیت اساتذہ،کمپیوٹر اورنہ جانے کن کن باتوں کے حوالے دیئے جاتے ہیں،ان ہی ترغیبات میں ایک مخلوط تعلیم (Co-edcaion) کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے،گویا مخلوط تعلیم بھی ایک قابل تعریف اور باعث ترجیح امر ہے، میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف اسلامی بلکہ انسانی اور سماجی نقطۂ نظر سے بھی یہ بیمار ذہنیت اور کھوٹی فکر کا نمونہ ہے، برائی کے غلبے کی انتہا یہ ہے کہ برائی کی ندامت وشرمندگی کا سبب اور معذرت خواہی کا باعث بننے کے بجائے وجہ افتخار اور باعث اعزاز بن جائے۔

یہ بات بہت سنجیدگی سے سوچنے کی ہے کہ تعلیم کا مخلوط نظام کس حد تک قابل قبول ہے،مخلوط تعلیم کے مسئلہ میں دو پہلو قابل توجہ ہیں: ایک یہ کہ کیا لڑکے اور لڑکیوں کا نصاب تعلیم ایک ہونا چاہیے یا جداگانہ،دوسرے لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم کی بات ہے تو کچھ امور ضرور ایسے ہیں، جو دونوں کے درمیان مشترک ہیں اور ان کا نصاب لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے یکساں ہوسکتا ہے؟ جیسے زبان وادب، تاریخ، جنرل نالج، جغرافیہ، ریاضی، جنرل سائنس اور سوشل سائنس وغیرہ؛لیکن کچھ مضامین ایسے ضرور ہیں جن میں لڑکے اور لڑکیوں میں فرق کرنا ہوگا،مثلاً انجینئرنگ کے بہت سے شعبے، ٹلنیکل تعلیم کی یقیناً لڑکیوں کو ضرورت نہیں ،میڈیکل تعلیم میں ایک اچھا خاصہ خواتین سے متعلق ہے،اس لیے زمانہ قدیم ہی سے امراض نسواں طب کا مستقل موضوع رہا ہے، یہ لڑکیوں کے لیے نہایت اہم ہے،لڑکیوں کی تعلیم میں امور خانہ داری کی تربیت ضرور شامل ہونی چاہیے،سلائی، کڑھائی، پکوان، بچوں کی پرورش کے اصول اور اس طرح کے مضامین ضرور شریک ہونے چاہئیں،اس سے نہ صرف گھریلو زندگی میں لڑکیاں زیادہ بہتر رول ادا کرسکتی ہیں، بلکہ ازدواجی زندگی کی خوشگواری،خاندان میں ہردل عزیزی اور مشکل اور غیر متوقع حالات میں اپنی کفالت کے لیے یہ آج بھی بہترین وسائل ہیں،اس کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کے لیے ان کے حسب حال آداب معاشرت کی تعلیم نہایت اہم ہے؛ کیوں کہ ایک لڑکی اگر بہتر بیوی اور بہتر ماں نہ بن سکے تو سماج کو اس سے کوئی فائدہ نہیں،اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے علاحدہ خواتین کی تعلیم وتذکیر کے لیے ہفتے میں ایک دن مستقل طور پر متعین فرمادیا تھا،جس میں خواتین جمع ہوتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے حسب حال نصیحتیں فرماتے اور ہدایات دیتے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خواتین کی دل بہلائی کے لیے بہترین مشغلہ دھاگے کاتنا ہے؛ کیوں کہ اس زمانہ میں دھاگہ کاتنا ایک گھریلو صنعت تھا اور آج سے پچاس سال پہلے تک بھی بہت سے گھرانوں کا اسی پر گزران تھا۔

غور کیجئے! جب قدرت نے مردوں اور عورتوں میں تخلیقی اعتبار سے فرق، پھر قدرتی طور پر افزائش نسل اور اولاد کی تربیت میں دونوں کے کردار مختلف تو کیوں کر ممکن ہے کہ سماج میں دونوں کے فرائض اور ذمہ داریاں الگ الگ نہ ہوں اور جب ذمہ داریاں علاحدہ ہیں تو ضرورت ہے کہ اسی نسبت سے دونوں کے تعلیمی اور تربیتی نصاب اور مضامین بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں ،اگر اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ کسی بھی معاشرہ کے لیے نہایت ہی مہلک اور مضرت رساں ہے،علامہ اقبال نے خود کہا ہے:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی نازن ☆☆☆ کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن ☆☆☆ ہے عشق ومحبت کے لیے علم وہنر موت

خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ تعلیم کے وہ میدان تلاش کریں جو سماج میں ان کے کردار سے مطابقت رکھتا ہے اور تعلیم کے وہ شعبے جو ان کے لیے موزوں نہیں، ان میں ان کا دخل ہونا بے سود ہے اور آئندہ اسی شعبے میں ملازمت سماج کے لیے اور خود ان کے لیے مہلک اور نقصان دہ ہے،اس لیے قرآن مجید نے ایک اصول بتادیا ہے کہ مرد اور عورت اپنے اپنے دائرہ سے ہٹ کر دوسرے کے دائرہ عمل میں قدم رکھنے کی کوشش نہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾(سورة النساء:٣٢) (اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر جو فضیلت عطا کی ہے،اس کے بارے میں رشک میں مبتلا نہ ہو،مردوں کے لیے ان کے اعمال ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اسی کا فضل وکرم مانگتے رہو، بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔)

یہ آیت دراصل معاشرتی زندگی کے لیے آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے کہ قدرت نے سماج کو اختلاف اور رنگارنگی پر پیدا کیا ہے، کسی بات میں مردوں کو فوقیت حاصل ہے تو کسی معاملے میں وہ عورت کا محتاج ہے،قدرت نے جس کو جو کام سپرد کیا ہے،اس کے لیے وہی موزوں ہے؛ کیوں کہ خالق سے بڑھ کر کوئی مخلوق کی فطرت وصلاحیت اور ضرورت سے واقف نہیں ہوسکتا، یہ مغرب کی خودغرضی اور بے رحمی ہے کہ اس نے عورتوں سے حق مادری بھی وصول کیا اور فرائض پدری میں بھی اس کو شریک ہونے پر مجبور کیا اور چونکہ مرد اپنی ذمہ داری کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر رکھنا چاہتا ہے؛اس لیے اس نے ایسے نظام تعلیم کو وضع کیا،جس میں عورتوں کو مرد بنانے کی صلاحیت ہو، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ تین افراد ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے،ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:"الرجلة من النساء". (مجمع الزوائد:۴/۳۲۷)(یعنی عورتوں میں سے مرد) دریافت کیا گیا:عورتوں میں سے مرد،کون مراد ہیں؟ فرمایا: وہ عورتیں جو مردوں کی مماثلت اختیار کرے۔غالباً جو عورتیں تعلیم وتربیت اور پھر اس کے بعد عملی زندگی میں مردوں کی صف میں کھڑا ہونا چاہتی ہیں،وہ اسی حدیث کے مصداق ہیں۔

مخلوط تعلیم کا دوسرا پہلو لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترک درسگاہ اور مشترک تعلیم ہے،ابتدائی عمر میں صنفی جذبات سے بچے عاری ہوتے ہیں اور ان میں احساسات نہیں پیدا ہوتے،مخلوط تعلیم کی گنجائش ہے،آٹھ نو سال کی عمر اور پرائمری کی سطح تک مشترک تعلیمی نظام رکھا جاسکتا ہے؛اس لیے اسلام نے بے شعور بچوں کو غیر محرم عورتوں کے پاس آنے جانے کی اجازت دی ہے اور قرآن مجید نے سورہ نور آیت نمبر:۵۸ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے؛ لیکن جب بچوں میں جنسی پہچان پیدا ہوجائے تو ایک ساتھ ان کی تعلیم آگ اور بارود کو ایک جگہ کرنے کے مترادف ہے۔

اسلام کا نقطہ نظر اس سلسلہ میں بالکل واضح اور بے غبار ہے کہ ایک مرد کا غیر محرم عورت پر نظر ڈالنا کسی طرح روا نہیں، حج کے ایام ہیں، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹنی پر سوار ہیں،قبیلہ خثعم کی ایک لڑکی ایک شرعی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی نظر ایک لمحہ کے لیے اس لڑکی پر جم جاتی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت فضل بن عباس کا چہرہ موڑ دیا، جب حج کے پاکیزہ ماحول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ اور صحابیات کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ احتیاط برتی تو اوروں کا کیا ذکر؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے؛ کیوں کہ اصل میں ساری برائیوں کی جڑ یہی بدنگاہی ہے،نگاہ ہی سے سارے فتنے جاگتے ہیں، جب بار بار نگاہیں دوچار ہوتی ہیں تو جرأت بڑھتی ہیں،زبان کو گفتگو کا حوصلہ ہوتا ہے، پھر دست ہوس آگے بڑھتا ہے،ملاقاتیں ہوتی ہیں اور آخر شرم وحیا کے سارے حجابات اٹھ جاتے ہیں،اس لیے اس فتنہ سامانی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ چست اور دیدہ زیب یونیفارم ہوں اور نہ صرف چہرہ اور رخسار؛ بلکہ بے لباس ٹانگیں بھی نگاہ ہوس کو دعوت نظارہ دیتی ہیں۔

مذہبی اور اخلاقی نقطہ نظر سے تو شاید ہی کوئی سلیم الفطرت انسان اس بات سے انکار کرے کہ یہ اختلاط اخلاق کے لیے بھی اس کی مضرت دن ورات سامنے آتی ہیں، چھیڑ چھاڑ اور فقرہ بازی اب ایسی درسگاہوں کے معمولات ہیں،اس سے درسگاہ کا ماحول بے وقار اور غیر مامون ہوجاتا ہے، ستم ظریفی یہ ہے کہ طلبہ عزیز کے ساتھ ساتھ بعض اوقات اساتذہ کرام بھی اس حمام میں اتر جاتے ہیں اور پھر پولس کیس بھی بنتا ہے،اغوا کے واقعات بھی پیش آتے ہیں، وقتی محبت میں فرار اور بعد میں ندامت کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی ہیں اور کتنی ہی ناگفتنی پیش آتی ہے۔

یہ مخلوط تعلیم کا انتظامی پہلو ہے،اب خالص تعلیمی نقطہ نظر سے دیکھئے! تعلیم دراصل دو باتوں کا نام ہے،جس مضمون کا درس ہورہا ہے،اس کو پوری طرح سمجھنا اور ذہن کی گرفت میں لانا، دوسرے اس مضمون کو اپنے حافظے اور یادداشت مین محفوظ رکھنا۔ان باتوں کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم پوری طرح اپنے مقصد میں منہمک اور یکسو ہو اور یکسوئی کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک یہ کہ جو پڑھ رہا ہے، یا سن رہا ہے، اس کی طرف پوری توجہ، دوسرے ہر طرح کا محفوظ اور مامون ہونا، اب اول تو تقاضہ سن وسال یہ مخلوط بیٹھک لڑکوں اور لڑکیوں کی توجہ کو منتشر کرتی رہتی ہے، دوسرے شریف لڑکیاں اوباش لڑکوں کی طرف سے ایک طرح کے اندیشے سے دوچار رہتی ہیں اور سہمی سہمی درسگاہ میں اپنا وقت گزارتی ہیں، ایسے ماحول میں تعلیم وتعلم کاری یکسوئی، توجہ اور انہماک کے ساتھ کیوں کر انجام پاسکتا ہے؛ کیوں کہ!

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے ☆☆☆ روشن ہے ہوس آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے ☆☆☆ ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ وابتر

میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ادارہ یا شخص ان طلبہ وطالبات کا سروے کرے جو جداگانہ تعلیم حاصل کرتے ہین اور ان کا جو مخلوط درس گاہوں میں زیر تعلیم رہے ہیں، غالباً تعلیمی اعتبار سے وہ لڑکے اور لڑکیاں زیادہ کامیاب ہوں گے، جنہوں نے پہلی قسم کی درسگاہوں میں تعلیم پائی ہے، اگر ہم نے موجودہ حالات میں جب کہ ٹی وی نے معاشرہ کو بگاڑنے کے لیے صور قیامت پھونک رکھا ہے اور بیرونی کمپنیوں کی آمد نے رہی سہی کسر پوری کردی ہے اور ایک زبردست یلغار ہے جو مشرقی تہذیب وثقافت پر پوری قوت سے جاری وساری ہے، جداگانہ نظام تعلیم نہ اختیار کریں، لڑکیوں کے لیے علاحدہ اسکول کا صحیح اور اعلیٰ فنی تعلیم کے ادارے قائم نہ کریں اور ان کے حسب حال نصاب نہ مقرر کریں تو ہمارے لیے اپنی سماج اور مذہبی قدروں کا تحفظ ممکن نہ ہوگا اور مغرب کی غیر سنجیدہ نقالی ہمیں کہیں کا نہ رکھے گی۔